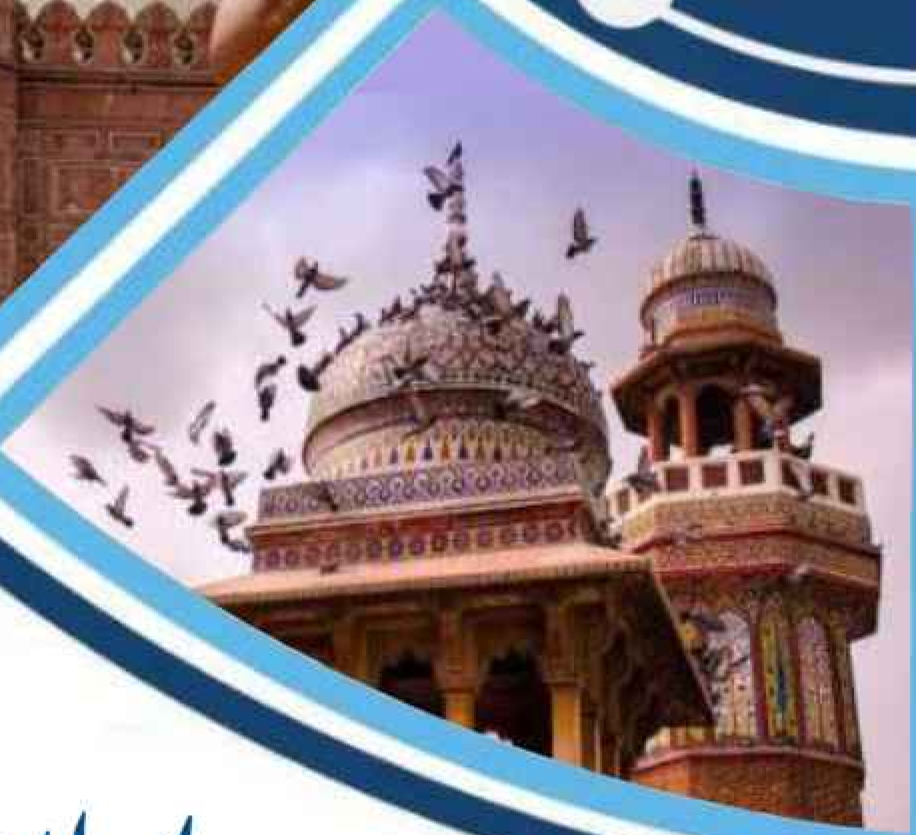

11

اسلامیات

پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسسمنٹ اتھارٹی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

اسلامیات

(لازمی)

برائے جماعت گیارھویں

پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسسمنٹ اتھارٹی

اس کتاب کو پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسیسمنٹ اتھارٹی، لاہور نے نیشنل کریکولم آف پاکستان 2023 کے تحت تیار کیا ہے۔
جملہ حقوق بحق پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسیسمنٹ اتھارٹی، لاہور محفوظ ہیں۔
اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

منظور شدہ: متحدہ علما بورڈ، پنجاب، لاہور، بمطابق مراسلہ نمبر: ایم یو بی (پی سی ٹی بی / 1-6 / درسی کتب) 2023 مورخہ 02-02-2025

تمام مکاتب فکر کے علما کرام پر مشتمل، اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان (ITMP) کی مجوزہ کمیٹی کو وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت (MoFE&PT)، اسلام آباد نے مورخہ 20 اپریل 2017 کو بمطابق مراسلہ نمبر 3(8)/2015/E-III نوٹیفائی کیا۔ اس کمیٹی نے "دی علم فاؤنڈیشن، کراچی" کے مرتب کردہ قرآن مجید کے ترجمے پر مکمل اتفاق کیا، جسے اس درسی کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔

مصنّفین

پروفیسر ڈاکٹر شہباز منج
چیئرمین شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

ڈاکٹر فخر الزمان
سینئر ماہر مضمون، اسلامیات، پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسیسمنٹ اتھارٹی، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم ورک
پرنسپل، گورنمنٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ

ڈاکٹر شاہ عبدالرؤف
سینئر ماہر مضمون، اسلامیات، پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسیسمنٹ اتھارٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد اویس سرور
صدر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج فار بوائز، لاہور کینٹ

محمد صفدر جاوید
سابق ماہر مضمون، عربی و اسلامیات، پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسیسمنٹ اتھارٹی، لاہور

ڈاکٹر سلطان سکندر
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج، ریلوے روڈ، لاہور

ڈاکٹر محمد منشاء طیب
صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، پھول نگر، قصور

ماہر زبان: ڈاکٹر جمیل الرّحمان، سینئر ماہر مضمون (اردو)، پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

نگران طباعت: ڈاکٹر فخر الزمان ・ ڈاکٹر شاہ عبدالرؤف ・ محمد صفدر جاوید

ڈائریکٹر (مسوّدات): محترمہ ریحانہ فرحت ・ ڈپٹی ڈائریکٹر مسوّدات: مہر صفدر رولید ・ ڈپٹی ڈائریکٹر (گرافکس): عائشہ صادق

کوآرڈینیٹر: محترمہ فریدہ صادق ・ کمپوزنگ: عرفان شاہد، محمد اظہر ・ لے آؤٹ اینڈ ڈیزائننگ: حافظ انعام الحق

نظرِ ثانی کمیٹی

- **علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی** چیئر مین، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان و متحدہ علما بورڈ، پنجاب/ مہتمم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ، لاہور
- **مفتی شاہد عبید** استاذ الحدیث، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور
- **ڈاکٹر حافظ حسن مدنی** ایسوسی ایٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- **علامہ ڈاکٹر محمد رشید ترابی** ڈائریکٹر، جامعۃ الواعظین، لاہور
- **ڈاکٹر حارث مبین** ڈائریکٹر، ڈیپارٹمنٹ آف قرآن وسنہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- **پروفیسر ڈاکٹر محمد عابد ندیم** ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
- **پروفیسر ڈاکٹر قاضی فرقان احمد** ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ، اسلامیات، یونیورسٹی آف گجرات
- **ڈاکٹر نصیر احمد** اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ایم، اے، او، کالج، لاہور
- **ڈاکٹر طیبہ ظہور** ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ، اسلامیات، پاک ترک انٹرنیشنل سکولز اینڈ کالجز، لاہور
- **پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد کاہلوں** چیئر مین، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج، ریلوے روڈ، لاہور
- **ڈاکٹر طارق محمود** ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی سکول، چھچھروالی، تحصیل پسرور، ضلع سیالکوٹ
- **ڈاکٹر عبدالغفور** سینئر سکول ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول، مندر روڈ، چنیوٹ
- **حافظ محمد فخر الدین** سینئر ماہرِ مضمون، اسلامیات، گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول، گھوڑے شاہ روڈ، لاہور
- **محمد ہاشم** لیکچرر، سول لائن کالج، لاہور
- **محمد سہیل عارف** ای، ایس، ٹی، گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول، جعفریہ کالونی، لاہور
- **جنید رسول** ماہرِ مضمون، پنجاب ایگزامینیشن کمیشن (PEC)، لاہور

فہرست

باب اوّل: قرآنِ مجید و حدیثِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

(الف) علوم القرآن 1
(ب) علوم الحدیث 5

باب دوم: ایمانیات و عبادات

(الف) ایمانیات:
(1) توحید کے دلائل اور تقاضے 13
(2) رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خصوصیات 20
(3) ملائکہ پر ایمان 26
(4) کتُب سماویہ 29
(5) آخرت پر ایمان 33

(ب) عبادات:
(1) فلسفۂ نماز 38
(2) فلسفۂ زکوٰۃ و صدقات 43
(3) فلسفۂ صوم 47
(4) فلسفۂ حج و قربانی 51

باب سوم: سیرت نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

(الف) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بطور مثالی سربراہِ خاندان 55
(ب) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بطور مثالی سربراہِ ریاست 59
(ج) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بطور مثالی سپہ سالار 63
(د) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات 67

باب چہارم: اخلاق و آداب

(الف) اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت 71
(ب) اخلاقی رذائل سے اجتناب 76
(ج) معاشرتی تعلقات کے اخلاق و آداب 81

باب پنجم: حسن معاملات و معاشرت

(الف) حقوق العباد (اساتذہ کرام، معاون عملہ، زوجین، اولاد، بیوہ) 85

(ب) وراثت کی اسلامی تعلیمات 91

(ج) نکاح و طلاق کی اسلامی تعلیمات 95

باب ششم: ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام

(الف) خلافت راشدہ 101

(ب) ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم 107

(ج) صوفیہ کرام رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ (پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) 115

باب ہفتم: اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے

(الف) قانون کی پاسداری 119

(ب) نظام اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں 123

(ج) اسلاموفوبیا اور ہماری ذمہ داریاں 127

امتحانی پرچہ اسلامیات (لازمی) برائے جماعت گیارھویں کی تیاری

- ہدایات برائے ممتحنین 131
- ماڈل پرچہ اسلامیات (لازمی) برائے جماعت گیارھویں 133

باب اوّل

قرآنِ مجید وحدیثِ نبوی خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

(الف) عُلُومُ القرآن

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- قرآنِ مجید کے فضائل اور خصوصیات (عالم گیریت، ابدیت، جامعیت، اور کاملیت) جان سکیں۔
- قرآنِ مجید کے اسمائے مبارکہ اور ان کے معانی کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔
- مکی، مدنی سورتوں کی تعریف اور خصوصیات جانتے ہوئے آیاتِ احکام کے بنیادی تصور سے آگاہ ہو سکیں۔
- اس بات پر ایمان پختہ کر سکیں کہ قرآن مجید ایک آسمانی اور معجزاتی کتاب ہے۔
- قرآنِ مجید کے معجزہ ہونے پر یقین رکھتے ہوئے قرآن مجید کو آخری اور ابدی سرچشمۂ ہدایت سمجھتے ہوئے اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں۔

قرآن مجید کی خصوصیات

علوم القرآن سے مراد وہ علوم ہیں جو مفسرینِ قرآن نے مضامین قرآن سے اخذ کیے ہیں۔ مکی و مدنی سورتیں، محکمات و متشابہات، سورتوں اور آیات کے شانِ نزول، حروفِ مقطعات اور ناسخ و منسوخ وغیرہ۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر تقریباً تیئیس (23) سال کے عرصے میں نازل فرمائی۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کا پیغام ہے اور نبی کریم خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے، جو قیامت تک زندہ رہے گا۔ قرآنِ مجید سابقہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو دیگر آسمانی کتب کا نگران بھی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید بے شمار خصوصیات کا حامل اور ہر اعتبار سے بے مثل کلام ہے۔ قرآن کریم کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

عالم گیریت

عالم گیریت سے مراد ہے کہ قرآن مجید کا مخاطب پوری انسانیت ہے۔ پہلی آسمانی کتابیں کسی خاص قوم، علاقے یا نسل کے لیے نازل ہوئی تھیں لیکن قرآن مجید ایک ایسی عالم گیر کتاب ہے جو ہر قسم کے علوم و معارف کا خزینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشا جاننے کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" کے الفاظ سے تمام انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ صراحت کی گئی ہے کہ قرآنِ مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا پیغام اور نصیحت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم: 52)

ترجمہ: یہ (قرآن) انسانوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کا) پیغام ہے۔

الغرض قرآن مجید کی تعلیمات ہر دور، ہر علاقے اور ہر نسل کے لیے ہیں اور یہی اس کی عالم گیریت ہے۔

کاملیت

کاملیت کا معنیٰ ہے کہ قرآن مجید کی ہدایات کامل اور مکمل ہیں۔ وحی کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر دین مکمل کر دیا گیا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید سابقہ تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات کی کامل ترین شکل ہے۔ قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (سُوْرَةُ التَّكْوِيْر: 27)

ترجمہ: (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

جامعیت

جامعیت سے مراد ہے کہ قرآن مجید میں تمام شعبوں کے لیے مکمل راہ نمائی ہے۔ قرآن مجید زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے ہدایت اور جامع کتاب ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں صرف اخلاقی ہدایات کا بیان تھا، بعض میں صرف عقائد و عبادات اور دعاؤں کا بیان تھا اور بعض میں صرف قانونی مسائل ذکر ہوئے تھے لیکن قرآنِ مجید ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات اور قوانین کا جامع بیان موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (سُوْرَةُ النَّحْلِ: 89)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔

الغرض قرآنِ مجید ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں تمام مسائل کے حل کے لیے راہ نمائی موجود ہے۔

ابدیت

ابدیت سے مراد ہے کہ قرآنِ مجید کی تعلیمات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہیں۔ یہ کتابِ ہدایت، دین و دنیا کی سعادت کا سرچشمہ اور تمام اُمور کے لیے میزان ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات ہر زمانے کے لیے قابلِ عمل ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیمات ایسی فطری ہیں کہ ہر عہد کے انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات اس کی راہ نمائی کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیمات قیامت تک کے لوگوں کے لیے یکساں نفع بخش اور قابلِ عمل ہیں۔

قرآن مجید کے اسمائے مبارکہ

قرآن مجید کے متعدد ذاتی اور صفاتی نام ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. اَلْقُرْاٰنُ — سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب
2. اَلذِّكْرُ — وعظ و نصیحت پر مبنی کتاب

3. اَلْفُرْقَانُ — حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب
4. اَلْکِتَابُ — اللہ تعالیٰ کی خاص کتاب
5. اَلتَّنْزِیْلُ — اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب
6. اَلنُّوْرُ — روشنی دکھانے والی کتاب
7. اَلْبُرْهَانُ — واضح دلیل
8. اَلْمُبِیْنُ — کھلی اور واضح راہ نمائی
9. اَلْعَزِیْزُ — زبردست کتاب
10. اَلْکَرِیْمُ — عزّت والی کتاب
11. اَلشِّفَآءُ — شفاء دینے والی کتاب
12. اَلْعِلْمُ — علم و معرفت کا خزانہ
13. اَلْحَکِیْمُ — حکمت و دانائی سے بھرپور کتاب
14. اَلْمَجِیْدُ — بزرگی والی کتاب
15. اَلْمُبٰرَکُ — بابرکت کتاب
16. اَلْحَقُّ — حق و صداقت کا بیان

مکی اور مدنی سورتیں

قرآن مجید تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے۔ جو سورتیں ہجرتِ مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی سورتیں کہلاتی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے مخاطب مشرکینِ مکہ تھے چناں چہ مکی سورتوں میں توحید، رسالت اور آخرت کے مباحث بیان کیے گئے ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اور مسلمانوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے، گزشتہ امتوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، عقائد کی درستی اور اخلاق کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے اور بت پرستی کی مدلل تردید کی گئی ہے۔ مکی سورتوں میں اہلِ عرب کی فصاحت و بلاغت کے تناظر میں قرآن مجید کے لفظی محاسن اور معجزانہ شان کا اظہار کیا گیا ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہونے والی سورتوں کو مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منوّرہ تشریف لاتے ہی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی لہٰذا مدنی سورتوں میں جہاد و قتال کے احکام، حقوق و فرائض اور خاندانی و تمدنی قوانین بیان ہوئے ہیں۔ مدنی سورتوں میں عموماً " یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا " کے الفاظ سے اہلِ ایمان سے خطاب کیا گیا ہے۔ مدنی سورتوں کا اندازِ بیان سادہ اور سلیس ہے۔

آیاتِ احکام

آیاتِ احکام سے مراد قرآنِ مجید کی وہ آیات ہیں جن میں اسلامی شریعت کے احکام اور قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ ان آیات میں عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشیات، معاشرت اور حدود و قصاص جیسے موضوعات شامل ہیں۔ آیاتِ احکام کو فقہائے اسلام، اسلامی قانون کے اصولوں کی بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ قرآنِ مجید کی عالم گیریت، کاملیت، جامعیت اور ابدیت پر یقین رکھتے ہوئے نہ صرف اس کو سمجھیں بلکہ اس پر عمل بھی کریں کیوں کہ قرآنِ مجید ایک دستورِ حیات ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوموں کو عروج و زوال سے ہم کنار کرتا ہے۔ تاریخ گواہ

ہے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید کے احکام پر عمل کیا انھوں نے دین و دنیا میں کامیابیاں حاصل کیں۔ مسلمانوں کو قرآن مجید سے راہ نمائی حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اس کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ دین و دنیا میں سرخرو ہو سکیں۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے:

(الف) قرآنِ مجید (ب) اسراء و معراج (ج) شق القمر (د) ردّ الشمس

(ii) قرآن مجید سابقہ آسمانی کتب کے لیے ہے:

(الف) ترجمہ (ب) محافظ (ج) تشریح (د) دیباچہ

(iii) قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل اور راہ نمائی موجود ہے:

(الف) تورات میں (ب) انجیل میں (ج) زبور میں (د) قرآن مجید میں

(iv) عقائد، عبادات، معاشرت اور اخلاقیات کے جامع بیان کی حامل کتاب ہے:

(الف) قرآن مجید (ب) تورات (ج) انجیل (د) زبور

(v) مکی سورتوں میں بیان ہے:

(الف) خاندانی و تمدنی قوانین کا (ب) ریاستی امور کا (ج) جہاد و قتال کا (د) توحید و رسالت کا

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

(i) قرآن مجید ایک عالمگیر کتاب ہے، مختصر تحریر کریں۔

(ii) قرآن مجید کی ابدیت کے بارے میں مختصراً تحریر کریں۔

(iii) قرآن مجید کے چار اسماء کا مفہوم تحریر کریں۔

(iv) مکی اور مدنی سورتوں کے کوئی سے دو فرق واضح کریں۔

(v) آیاتِ احکام کے بارے میں مختصراً تحریر کریں۔

سوال 3: تفصیلی جواب دیں۔

- قرآنِ مجید کی خصوصیات پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ سے سبق میں مذکور موضوعات پر گفت گو کروائیں۔ تفویض کار کریں کہ وہ اس موضوع پر مزید معلومات اکٹھی کر کے لائیں۔
- "قرآن مجید کے اسمائے مبارکہ اور خصوصیات" کے عنوان پر کمرا جماعت میں مذاکرے کا اہتمام کریں۔
- قرآن مجید کے اسماء اور خصوصیات کے بارے میں اہم نکات پر کمرا جماعت میں مذاکرے کا اہتمام کریں۔

عُلُوم الحدیث

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حجیت وحفاظتِ حدیث کے تناظر میں تدوینِ حدیث کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔
- تدوینِ حدیث کے دورِ ثانی اور ثالث میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی جمع و تدوین کے بارے میں جان سکیں۔
- کتبِ حدیث (صحاح ستہ اور کتبِ اربعہ) اور اقسامِ حدیث کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔
- شاملِ نصاب احادیثِ نبویہ کا ترجمہ سمجھ کر اس کے عملی زندگی سے تعلق کا جائزہ لے سکیں۔
- اس بات پر ایمان پختہ کر سکیں کہ احادیثِ نبویہ تحریری صورت میں محفوظ کی گئیں اور قرآن مجید کے بعد حدیث مبارک ہی ہدایت اور راہ نمائی کا سرچشمہ ہے۔
- احادیث مبارکہ کی حفاظت کے متعلق منکرین حدیث اور مستشرقین کے پیدا کردہ شبہات سے محفوظ رہ سکیں۔
- احادیثِ مبارکہ میں موجود تعلیمات کو سمجھ کر اپنی روزمرہ زندگی میں ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔
- شاملِ نصاب احادیثِ نبویہ کا ترجمہ سمجھ کر عملی زندگی سے تعلق کا جائزہ لے سکیں۔

قرآن مجید دین اور شریعت کی اساس اور بنیاد ہے۔ یہ وہ آسمانی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر نازل فرمائی اور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو اس کی تشریح و تفسیر اور وضاحت کی ذمہ داری عطا فرمائی۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے قول، فعل، تقریر یا صفت کو حدیث کہتے ہیں، تقریر سے مراد وہ قول یا عمل ہے جو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے سامنے کیا گیا ہو اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔ صفات میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے شمائل جیسے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے جسمِ اطہر کی رنگت اور موئے مبارک وغیرہ کا تذکرہ شامل ہے۔

جس طرح قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے اسی طرح احادیثِ مبارکہ کی پیروی بھی دین کا بنیادی تقاضا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے فرامین و اعمال ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرآن مجید کی آیات کے علم اور جنت و جہنم سمیت ہماری زندگی کے تمام بنیادی عقائد اور اعمال کی اساس ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے اقوال و افعال کے بغیر نہ تو قرآن کریم کو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی تعلیمات پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ذات گرامی کو اہل ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہوئے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی اتباع کو تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر:7)

ترجمہ: اور جو کچھ رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم) تمھیں عطا فرمائیں تو اسے لے لو اور جس سے تمھیں منع فرمائیں تو (اس سے) رک جاؤ۔

تدوینِ حدیث کا پہلا دور

احادیثِ مبارکہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن مجید کی طرح احادیث نبویہ کی حفاظت کا بھی باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہ صرف احادیث کو یاد کیا، انھیں لکھ کر محفوظ کیا بلکہ اس کی جمع وتدوین کا بھی باقاعدہ اہتمام فرمایا اور اپنے عمل سے بھی اسے اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مختلف لوگوں کے پاس احادیثِ مبارکہ کے مجموعے موجود تھے۔ حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس احادیثِ مبارکہ کے مجموعے موجود تھے۔ تابعین کے دور میں جمع وتدوین کی یہ کوششیں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئیں۔ حضرت سعید بن مسیّب، حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہم جیسے نامور تابعین نے احادیث کی جمع وتدوین میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تابعین کے دور میں احادیث مبارکہ کی جمع وترتیب کے ساتھ ساتھ ان کی تحقیق کا بھی اہتمام کیا گیا۔ درج بالا حقائق کی روشنی میں مستشرقین اور منکرینِ حدیث کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ احادیث لکھنے کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔

تدوینِ حدیث کا دوسرا دور

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور (99 ہجری) میں تدوینِ حدیث کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تدوینِ حدیث کے اس دور میں امام شعبی، امام جعفر صادق، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام ابن شہاب زہری، امام عبد الرزاق اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم جیسی شخصیات نے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ یوں احادیث نبویہ کے علاوہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و آثار اور تابعین کی آراء اور اقوال کی جمع وترتیب کا کام بھی کیا گیا۔ تدوینِ حدیث کے اس دور میں احادیثِ نبویہ کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا اور موطا، مسند، سنن، مصنف اور جامع کے ناموں سے حدیث کی کتابیں ترتیب دی گئیں۔

تدوینِ حدیث کا تیسرا دور

تدوینِ حدیث کے تیسرے دور یعنی تیسری صدی ہجری میں تدوینِ حدیث کا کام اپنے عروج کو پہنچ گیا تھا، منکرینِ حدیث اور مستشرقین کا یہ نقطہ نظر کہ تیسری صدی ہجری جمع وتدوین کا دور ہے درست نہیں بلکہ یہ علم حدیث کی ترویج واشاعت کا دور ہے۔ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دنیا بھر سے ایک ایک حدیث جمع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی صحت وضعف جانچنے کا بھی اہتمام کیا۔ اس سلسلے میں اسنادِ حدیث کی جانچ پڑتال کی گئی۔ راویوں کی تحقیق کے لیے "علم اسماء الرجال" اور "جرح وتعدیل" کا فن وجود میں آیا۔ صحیح احادیث کو "ضعیف احادیث" سے الگ کر کے جمع کیا گیا۔ تدوینِ حدیث کے اس مرحلے میں کتب احادیث کو نئے انداز سے ترتیب دیا گیا۔ چناں چہ اس دور میں صحاح ستہ جیسی درج ذیل چھے معتبر کتابیں سامنے آئیں:

(i)	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی 256ھ)
(ii)	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری (المتوفی 261ھ)
(iii)	جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی 279ھ)

(iv)	سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)
(v)	سنن نسائی	احمد بن شعیب النسائی (المتوفی 303ھ)
(vi)	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ (المتوفی 273ھ)

اُصولِ اربعہ (چار اصول)

اُصولِ اربعہ سے مراد اہلِ تشیع کی مستند کتبِ حدیث ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

الکافی	ابوجعفر محمد بن یعقوب الکُلینی	(المتوفی 339ھ)
من لا یحضرہ الفقیہ	ابوجعفر محمد علی بن بابویہ قمی	(المتوفی 381ھ)
الاستبصار	ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی	(المتوفی 460ھ)
تہذیب الاحکام	ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی	(المتوفی 460ھ)

تدوینِ حدیث کے دورِ ثالث میں احادیث کی حیثیت متعین کرنے کے لیے اور صحت وضعف کی جانچ پڑتال کے لیے باقاعدہ اصطلاحات بھی وضع کی گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے اقوال و افعال کے لیے "مرفوع حدیث" کی اصطلاح استعمال کی گئی جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و افعال کو "موقوف حدیث" کا نام دیا گیا۔ محدثین نے حدیث کی صحت وضعف کے حوالے سے جن اقسام کا بطور خاص ذکر کیا ہے ان میں صحیح اور ضعیف کی اقسام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

منتخب احادیثِ مبارکہ

(1) مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

(صحیح بخاری: 71، الکافی، ج: 1، ص: 33)

ترجمہ: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

(2) فَمَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْءَ

(جامع ترمذی: 2002، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج 8، ص: 443)

ترجمہ: قیامت کے دن مومن کے میزان میں اخلاقِ حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو بے حیا اور بدزبان ہو۔

(3) مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ

(صحیح مسلم: 6853، 2699، وسائل الشیعۃ، ج16، ص: 372)

ترجمہ: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

(4) لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ أَنْفَقَهٗ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ.

(جامع ترمذی: 2416، بحار الأنوار، ج36، ص: 80)

ترجمہ: قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے، اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا۔

(5) اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔

(صحیح بخاری: 2766، وسائل الشیعۃ، ج15، ص: 331)

ترجمہ: سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت عطا فرمائی ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔

6 مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.

(صحیح مسلم: 177، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج 12، ص: 193)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے روک دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

7 نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

(صحیح بخاری: 6412 سفینۃ البحار، ج 6، ص: 601)

ترجمہ: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے صحت اور فراغت۔

8 اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ فِيهِ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ

(صحیح بخاری: 52، الھدایا لشیعۃ أئمۃ الھدی ج 1، ص: 613)

ترجمہ: حلال کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں، جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے، وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں (بس ان سے بچو)

9 لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

(صحیح بخاری: 5885، بحار الأنوار، ج 76، ص: 66)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

(10) إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ

(صحيح بخاري: 5973، بحار الأنوار، ج 71، ص: 47)

ترجمہ: یقیناً سب سے بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی شخص اپنے ہی والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص دوسرے کے باپ کو برا کہے گا تو دوسرا بھی اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو برا کہے گا۔

(11) اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

(صحيح بخاري: 2448، نهج الفصاحة، ص: 162)

ترجمہ: مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کیوں کہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

(12) يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي فَيَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

(سنن ابن ماجه: 12، رياض السالكين في شرح صحيفة سيد الساجدين، ج 3، ص: 381)

ترجمہ: عنقریب (ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ) آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا، اسے میری کوئی حدیث سنائی جائے گی تو کہے گا: ہمارے اور تمھارے درمیان (فیصلہ کرنے والی) اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ ہمیں اس میں جو چیز حلال ملے گی، اسے حلال مانیں گے اور جو چیز حرام ملے گی اسے حرام مانیں گے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) خبردار! جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام فرمایا وہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ تعالی نے حرام کیا ہوا ہے۔

(13) دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ

(جامع ترمذي: 2518، وسائل الشيعة، ج 27، ص: 168)

ترجمہ: اس چیز کو چھوڑ دو جو تمھیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو تمھیں شک میں نہ ڈالے۔ بے شک سچائی اطمینان کا باعث ہے اور بے شک جھوٹ شک کا باعث ہے۔

(14) لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ

(صحیح بخاری و مسلم: 15، بحار الأنوار ج 17، ص: 14)

ترجمہ: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(15) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(صحیح بخاری و مسلم: 527، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج 3، ص: 43)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، انھوں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، انھوں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کے رستے میں جہاد کرنا۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قول، فعل، تقریر یا صفت کو اصطلاحاً کہتے ہیں:

(الف) حدیث (ب) خبر (ج) روایت (د) فقہ

(ii) تدوینِ حدیث کے پہلے دور میں احادیث مبارکہ کا مجموعہ موجود تھا:

(الف) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس (ب) سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس

(ج) امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (د) امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس

(iii) مُسند اور مُصنّف کی تدوین کا دور ہے:

(الف) اول (ب) ثانی (ج) ثالث (د) رابع

(iv) تدوینِ حدیث کے عروج کا دور ہے:

(الف) پہلا دور (ب) دوسرا دور (ج) تیسرا دور (د) چوتھا دور

(v) صحاح ستہ کی تدوین ہوئی:

(الف) پہلے دور میں (ب) دوسرے دور میں (ج) تیسرے دور میں (د) چوتھے دور میں

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

(i) حدیث کی اہمیت اختصار سے بیان کریں۔

(ii) کن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس احادیث کے مجموعے تھے؟ کوئی سے چار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لکھیں۔

(iii) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کس طرح حفاظتِ حدیث کا اہتمام کیا؟

(iv) تدوینِ حدیث کے دورِ ثانی کی اہم شخصیات میں سے دو کے نام تحریر کریں۔

(v) صحاحِ ستہ میں سے دو کتب کے نام مع مؤلفین تحریر کریں۔

سوال 3: تفصیلی جواب دیں۔

- تدوینِ حدیث اور اس کے ادوار پر مفصل نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- منتخب احادیث سے حاصل ہونے والے اسباق و احکام اخذ کر کے لکھیں۔
- طلبہ اپنا جائزہ لیں کہ وہ منتخب احادیث میں سے کن کن پر عمل کرتے ہیں فہرست بنائیں۔
- مختلف ادوار میں تدوینِ حدیث کے لیے کیے گئے اقدامات، نکات کی صورت میں لکھیں۔
- دو گروپ بنائیں اور ان کے درمیان کتب حدیث کے موضوع پر سوالیہ مقابلے کا انعقاد کروائیں۔

باب دوم

ایمانیات وعبادات

(1) ایمانیات

(الف) توحید کے دلائل اور تقاضے

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- توحید کے معنیٰ و مفہوم کو جان سکیں۔
- وجودِ باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل سے آگاہ ہو سکیں۔
- توحید و شرک کی اقسام اور توحید کے تقاضوں سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- عملی زندگی میں توحید کے فوائد و ثمرات اور شرک کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔
- توحید باری تعالیٰ کی اہمیت جان کر اپنا ایمان مضبوط کر سکیں۔
- وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل سے آگاہ ہو کر کفر و الحاد سے بچ سکیں۔
- توحید کے دلائل جان کر شرک سے پاک رہ سکیں۔

وجودِ باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل

توحید کے لغوی معنیٰ ایک ماننا اور یکتا جاننا کے ہیں۔ دین کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات، صفات، ربوبیت، الوہیت اور عبادت میں اکیلا اور لاشریک ماننا، توحید کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے سب نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کو ایک ماننے اور اسی کی عبادت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو توحید کی اسی جبلت اور فطرت پر پیدا فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ (سُوۡرَةُ الرُّوۡمِ: 30)

ترجمہ: تو آپ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ دین پر قائم رکھیں (یہی) اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔

انسان کو اگر اس کی فطری طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنی فطرت کی آواز پر دینِ توحید ہی کو اختیار کرے گا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے کیوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی توحید کا تصور اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے۔

جس طرح گھڑی کو دیکھ کر گھڑی ساز کا تصور ذہن میں آتا ہے، مکان کو دیکھ کر معمار کا تصور ذہن میں آتا ہے، اسی طرح اس عظیم الشان کائنات کو دیکھ کر اس کے خالق کا تصور ضرور ذہن میں آتا ہے کیوں کہ کوئی بھی انسان یہ نہیں سوچ سکتا کہ اتنی بڑی کائنات خود بخود وجود میں آسکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿35﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿36﴾ (سُوْرَةُ الطُّوْر: 35-36)

ترجمہ: کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے (ہرگز نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود اور ان میں تنوع خالقِ حقیقی کے وجود کا پتا دیتا ہے۔ کائنات میں پائی جانے والی تمام چیزوں کا از خود وجود میں آنا عقلاً محال ہے۔ آسمان و زمین، مختلف مخلوقات، ان کے رنگ و مزاج کا اختلاف، چشمے، ندیاں اور سمندر، انواع و اقسام کے پودے اور درخت اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ایک ایسی ہستی موجود ہے جو ان سب کو کنٹرول کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظم و ضبط کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے بنائے تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے، تو تم نگاہ ڈالو (اور دیکھو) کیا تمھیں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر تم دوبارہ نگاہ ڈالو نگاہ تھک ہار کر تمھاری طرف ناکام پلٹ آئے گی۔ (سُوْرَةُ الْمُلْك: 3-4)

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ایک ایک چیز کو ایک خاص ترتیب اور انداز سے پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنی اس ترتیب و تنظیم سے ذرا برابر اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿40﴾ (سُوْرَةُ يٰسٓ: 40)

ترجمہ: نہ سورج سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور سب (اپنے اپنے) دائرے میں تیر رہے ہیں۔

یہ کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقات اپنی اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر رہی ہیں اور یہ نظام بغیر کسی خلل کے جاری و ساری ہے، ان تمام چیزوں کی ترتیب و تنظیم میں تضاد کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا خالق ایک ہے کیوں کہ اگر ایک سے زیادہ خالق ہوتے تو اس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء: 22)

ترجمہ: اگر ان (آسمان اور زمین) میں اللہ کے سوا اور (بھی) معبود ہوتے تو یقیناً دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

اس کائنات اور اس میں موجود دیگر مخلوقات کے ساتھ ساتھ انسانی وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَفِيٓ أَنفُسِكُمْۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (21) (سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت:21)

ترجمہ: اور تمھاری ذات میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں

انسانی جسم کا ایک ایک حصّہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی دیتا ہے، انسانی وجود میں جو مواصلاتی نظام پایا جاتا ہے وہ دنیا کے کسی بھی نظام سے کہیں زیادہ مکمل اور پیچیدہ ہے۔اگر ہم غور کریں تو ہمارے دل سے یہ آواز آئے گی کہ انسانی وجود یقیناً ایک عظیم خالق کی خوب صورت ترین تخلیق ہے اس انسان اور کائنات کو بنانے والا خالق اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، اس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔یہی عقیدہ،عقیدہ توحید کہلاتا ہے۔

توحید کی اقسام

توحید کی اقسام درج ذیل ہیں:

توحیدِ ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ انسان اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک اور رازق ہے۔اس میں کوئی اور اس کا شریک نہیں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا پھر اس نے تمھیں رزق عطا فرمایا پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے پھر وہی تمھیں زندہ فرمائے گا، کیا تمھارے شریکوں میں (بھی) کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی (بھی) کام کر سکتا ہو، وہ (اللہ) پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے، جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔
(سُوْرَةُ الرُّوْم:40)

توحیدِ اُلوہیت

توحیدِ اُلوہیت سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور اس کی عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا قطعاً جائز نہیں اور پھر پوری زندگی اس کے احکام کے تحت گزارنا توحید اُلوہیت ہے۔

قرآن مجید ارشاد ہے:

ترجمہ: جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (سُوْرَةُ الْكَهْف:110)

توحیدِ اسماوصفات

اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماوصفات میں یکتا اور تنہا ماننا توحیدِ اسماوصفات ہے، یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے واحد، اکیلا اور یکتا ہے اسی طرح وہ اپنے اسماوصفات اور افعال میں بھی واحد اور یکتا ہے۔

شرک کی اقسام

شرک کے لغوی معنیٰ ''حصہ داری'' اور ''ساجھے پن'' کے ہیں۔ دین کی اصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار اور ساجھی ٹھہرانا۔ شرک کی تین اقسام ہیں:

ذات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے میں بھی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور برابر سمجھنا، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد سمجھنا یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھنا، کیوں کہ والد اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح دو خداؤں یا تین خداؤں کو ماننا شرک ہے اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ (3) (سُوْرَةُ الْإِخْلَاص: 3)

ترجمہ: نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔

صفات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا اور اس کا علم، قدرت یا ارادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، کسی دوسرے کو ازلی و ابدی سمجھنا یا اس کی صفات کو ذاتی سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کی طرح کامل سمجھنا، کسی دوسرے کو قادرِ مطلق تصور کرنا، یہ سب شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (سُوْرَةُ الشُّوْرٰى: 11)

ترجمہ: اس (اللہ) جیسی کوئی شے نہیں۔

صفات کے تقاضوں میں شرک

اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔ حقیقی اطاعت و محبت کا صرف اسی کو حق دار سمجھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہی کارساز ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے قوانین کے مقابلے میں کسی کا قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (سُوْرَةُ الْاَسْرَاء: 23)

ترجمہ: کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ہی کو نعمتیں عطا کرنے والا سمجھا جائے اور خلوصِ دل سے اس کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر بجالایا جائے۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو قادرِ مطلق اور اسباب پیدا کرنے والا سمجھ کر اسی کے فضل و کرم سے اپنی مجبوریوں کا حل تلاش کرنا چاہیے۔

عقیدۂ توحید کے تقاضے

ہمیں عقیدۂ توحید پر ایمان رکھتے ہوئے شرکیہ تصورات اور اعمال سے بچنا چاہیے اور یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ شرک صرف لکڑی یا پتھر کے بت کی پوجا کا نام نہیں بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ اپنی مشکلات کے حل کے لیے یا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے لَو لگائی جائے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو زبانی طور پر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں لیکن عملاً اپنی اولاد، روزگار، صحت اور دیگر مسائل کو انسانوں کے سامنے اس عاجزی سے پیش کرتے ہیں جس کی مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ توحید کے تقاضوں میں محبتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی، خشیتِ الٰہی، توکل، دعا مانگنا اور نذر ماننا اور صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

عملی زندگی میں توحید کے فوائد وثمرات

جو شخص عقیدہ توحید پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے تو اس کے فکر وعمل میں خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جن کا جائزہ درج ذیل امور میں لیا جاتا ہے:

عزتِ نفس کی حفاظت

عقیدۂ توحید پر ایمان انسان کو عزتِ نفس عطا کرتا ہے۔ جب انسان یہ پختہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی قادرِ مطلق ہے اور تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں تو انسان صرف اللہ تعالیٰ سے لَو لگا لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہے اور اسی کی محبت اور خوف اپنے دل میں بساتا ہے جس سے وہ دنیاوی بتوں اور دیگر جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے سے بچ جاتا ہے۔

عجز وانکساری کی دولت

عقیدۂ توحید پر ایمان سے انسان میں عجز وانکسار پیدا ہوتا ہے۔ عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ کائنات کی سب سے بالاتر ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، بادشاہی اور اختیار دینے والا بھی وہی ہے اور واپس لینے کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔ عزت اور ذلت کا مالک بھی وہ اکیلا اللہ ہے لہٰذا ایسا شخص عجز وانکسار اختیار کرتا ہے۔

عزم وہمت

عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا عزم وحوصلے کا پیکر ہوتا ہے۔ اس کی تمام امیدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں وہ اس بات پر پختہ ایمان رکھتا ہے کہ زندگی میں کیے گئے تمام اچھے اعمال کی جزا آخرت میں ملے گی جس سے اس میں عزم وہمت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

استقامت اور بہادری

عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے سے انسان میں استقامت اور بہادری کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔ عقیدۂ توحید کا حامل شخص یہ پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ زندگی وموت اور نفع ونقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے جھکتا اور اسی کا

خوف اپنے دل میں رکھتا ہے، اس اعتقاد کی بدولت وہ بہادری و استقامت کا پیکر بن جاتا ہے۔

قناعت اور غنا

عقیدۂ توحید انسان میں قناعت اور شانِ بے نیازی کی صفت پیدا کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ رزق کے تمام خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے اور وہ جس سے رزق روک دے ساری کائنات مل کر بھی اس کو کچھ نہیں دے سکتی۔ لہٰذا عقیدۂ توحید کا حامل شخص لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس میں قناعت کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔

شخصیت کی نشوونما

عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے سے انسانی شخصیت میں توازن آ جاتا ہے۔ انسان کا مقصدِ حیات اور طرزِ زندگی متعین ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرنے والا ہوتا ہے۔ تنگی ہو یا خوش حالی وہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے۔ وہ ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لیے سرانجام دیتا ہے جس سے اس کی زندگی میں صبر، شکر، توکل، ٹھہراؤ، توازن اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

عملی زندگی میں شرک کے نقصانات

عقیدۂ توحید سے محرومی اور شرک کے ارتکاب سے انسان کی عملی زندگی پر جو خوف ناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اور صرف اپنی ذات کے سامنے جھکنے کا حکم دیا ہے اور اپنے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکنے کی تلقین کی ہے۔ شرک کا ارتکاب کرنے والا شخص جب پتھروں، درختوں، مورتیوں اور دیگر چیزوں کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے تو وہ انسانیت کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ

(سُوْرَةُ الْحَجّ: 31)

ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو (اس کا حال ایسا ہے کہ) جیسے وہ آسمان سے گر پڑا پھر (یا تو) اسے پرندے (راہ میں سے) اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے لے جا کر پھینک دیتی ہے۔

شرک کے ارتکاب کی وجہ سے انسان خوف اور وہم میں مبتلا ہو کر، پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے، شرک کی لعنت انسان کو یک سوئی سے محروم کر دیتی ہے اور فکر و عمل سے عاری بنا دیتی ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، ربوبیت، الوہیت اور عبادت میں اکیلا ماننا کہلاتا ہے:

(الف) توحید　(ب) اطاعت　(ج) اتباع　(د) آخرت

(ii) کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود اور ان میں اختلاف و تنوع پتا دیتا ہے:

(الف) ٹیکنالوجی کا　(ب) ترقی کا　(ج) خالقِ حقیقی کا　(د) قُربِ قیامت کا

(iii) انسانی وجود کا ایک ایک حصہ گواہی دیتا ہے:

(الف) طبی ترقی کی　(ب) انسان کی عظمت کی

(ج) انسانی کمزوری کی　(د) اللہ تعالیٰ کے وجود کی

(iv) انسان میں عاجزی وانکساری کی صفت پیدا ہوتی ہے:

(الف) فرشتوں پر ایمان لانے سے　(ب) عقیدہ توحید پر ایمان لانے سے

(ج) عقیدہ تقدیر پر ایمان لانے سے　(د) آسمانی کتب پر ایمان لانے سے

(v) مشرک شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے:

(الف) خوف　(ب) محبت　(ج) نفرت　(د) رعب

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

(i) توحید کا معنیٰ و مفہوم تحریر کریں۔

(ii) مظاہر قدرت سے وجودِ باری تعالیٰ کی کوئی ایک دلیل تحریر کریں۔

(ii) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک دلیل تحریر کریں۔

(iv) توحید کی کوئی سی دو اقسام بیان کریں۔

(iii) عملی زندگی میں شرک کے نقصانات کا جائزہ لیں۔

سوال 3: تفصیلی جواب دیں۔

- توحید کی اہمیت اور فوائد وثمرات تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ وجودِ باری تعالیٰ اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بارے میں مواد تلاش کر کے کمرۂ جماعت میں پیش کریں۔
- اثباتِ توحید اور ردِّ شرک کے عقلی و نقلی دلائل جمع کریں۔
- مندرجہ ذیل میں سے ایسے کاموں کی نشان دہی کریں جو عملی شرک کہلاتی ہیں:
  - مخلوق کو سجدہ کرنا
  - جھوٹ بولنا
  - مظاہر فطرت کی پرستش کرنا
  - خیانت کرنا

(ب) رسالتِ محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی خصوصیات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ رسالت کا معنیٰ و مفہوم جان سکیں۔
- وحی کی تعریف، اہمیت، اقسام اور اس کی مختلف صورتوں کو جان سکیں۔
- رسالتِ محمدی کی خصوصیات اور معجزات کا فہم حاصل کر سکیں۔
- عقیدۂ ختم نبوت کے عقلی و نقلی دلائل کا جائزہ لے سکیں۔
- رسالتِ محمدی کی خصوصیات جان کر اس پر ایمان کامل، محبت، اطاعت و اتباع اور تعظیم و توقیر کا مظاہرہ کر سکیں۔
- عقیدۂ ختم نبوت کے تقاضوں کو سمجھ کر دعوتِ دین اور حفاظتِ دین کا فریضہ سر انجام دے سکیں اور منکرِ ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھ سکیں۔

رسالت کے لغوی معنیٰ ''پیغام پہنچانا'' کے ہیں۔ عقیدہ رسالت سے مراد اس بات پر ایمان رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں انبیائے کرام علیہم السلام کو وحی کے ذریعے اپنا پیغام پہنچایا۔

وحی کی تعریف اور اس کی اقسام

وحی کے لغوی معنیٰ ''اشارہ کرنا'' اور ''چپکے سے دل میں بات ڈال دینا'' وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجنا، براہِ راست اس کے دل میں بات ڈال دینا، پردے کے پیچھے سے اُسے سنوا دینا۔ ''وحی'' کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی کے ذریعے اپنے احکام نازل فرمائے۔

وحی کی دو اقسام ہیں:

- وحی مَتلُو
- وحی غیر مَتلُو

وحی متلو

وحی متلو سے مراد ایسی وحی ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید۔

وحی غیر متلو

وحی غیر متلو سے مراد ایسی وحی ہے جو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے قلب مبارک پر صرف معانی و مضامین کی شکل میں القا کی گئی

ہو اور ان معانی کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے کبھی اپنے الفاظ سے، کبھی اپنے افعال سے اور کبھی دونوں سے بیان فرمایا ہو۔

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی کی آیت نمبر 51 میں اللہ تعالیٰ نے وحی کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں، پہلی صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ جاگتے یا خواب میں نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دیتا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ پردے کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ نبی سے بات کرتا ہے۔ تیسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتے حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے نبی کو پیغام بھیجتا ہے۔

رسالتِ محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی صفات کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ذات میں جمع کر دیا بلکہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بے شمار ایسی خصوصیات عطا فرمائیں جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے کسی نبی یا رسول کو عطا نہیں کی گئیں۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ان خصوصیات میں ختمِ نبوت، محفوظ کتاب، شفاعت، حوضِ کوثر اور مقامِ محمود وغیرہ شامل ہیں۔ عقیدۂ رسالت پر ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک رسالتِ محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی امتیازی حیثیت کا اقرار نہ کر لیا جائے۔ رسالتِ محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

ا۔ عالمگیریت

نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے آنے والے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کسی خاص علاقے یا قوم کے لیے تھی۔ مگر حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نبوت کسی خاص علاقے یا قوم کے لیے نہیں، بلکہ پوری دنیا اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف: 158)
>
> ترجمہ: ”آپ فرما دیجیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

۲۔ ابدیت

قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیروی لازمی ہے۔ رسالتِ محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی یہ امتیازی شان ہے کہ اس نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب تمام انسانوں کو قیامت تک شریعت محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اتباع کرنا ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ (سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن: 85)
>
> ترجمہ: ”اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔“

۳۔ کاملیت

حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی آمد پر اپنے کمال کو پہنچ کر مکمل ہو گیا۔ آپ کو دینِ کامل عطا فرمایا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سُوْرَةُ الْمَآئِدَة:3)

ترجمہ: "آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطور دین پسند کر لیا۔"

۴۔ محفوظ کتاب

سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتب یا تو بالکل ناپید ہو چکی ہیں یا پھر ان میں اس حد تک ردوبدل ہو چکا ہے کہ صحیح کو غلط سے الگ کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس کے برعکس حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب آج بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿9﴾ (سُوْرَةُ الْحِجْر:9)

ترجمہ: "بے شک ہم ہی نے (اس) ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی ضرور حفاظت فرمانے والے ہیں۔"

۵۔ محفوظ سیرت

سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح، سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات بھی محفوظ حالت میں نہیں ملتے لیکن آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی سنت کی حفاظت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ آپ کے ارشادات اور حالاتِ زندگی محفوظ حالت میں موجود ہیں جن سے قیامت تک آنے والے انسان راہنمائی لیتے رہیں گے۔

رسالت محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہر طبقۂ انسانی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سُوْرَةُ الْاَحْزَاب:21)

ترجمہ: "یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ) میں بہترین نمونہ ہے۔"

۶۔ ختمِ نبوت

ختمِ نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

پر ختم ہوگیا ہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نبوت کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر ایک محفوظ،جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل کی گئی اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو ایک مکمل اور کامل شریعت عطا کی گئی ہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی شریعت نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کردیا ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ''خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ'' یعنی سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ آپ کو آخری نبی قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

(سُوْرَةُ الْاَحْزَاب:40)

ترجمہ: ''نہیں ہیں محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ میں عقیدۂ ختمِ نبوت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (صحیح بخاری:3535)

ترجمہ: ''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:''بنی اسرائیل میں جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' (صحیح بخاری:3455)

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے دور میں مسیلمہ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس کی نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے کذاب (جھوٹا) کہ کر مذمت فرمائی اور اس کے خلاف جہاد کیا گیا۔عقیدۂ ختمِ نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت مسلمہ کا اجماع (اتفاق) ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بات پر متفق تھے کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے بعد کسی نبی کے وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔یہی وجہ تھی کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے وصال کے بعد جنگِ یمامہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے مسیلمہ کذاب کو واصلِ جہنم کیا۔اس جنگ میں سیکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے جن میں کثیر تعداد میں حفاظ کرام شامل تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر اس شخص کے خلاف برسرِ پیکار ہوگئے،جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں مُسَیلمہ کذاب کے علاوہ اَسْوَد عنسی،سجاح اور طُلَیحہ وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام مدعیانِ نبوت کے خلاف جنگ کر کے انھیں قتل کر دیا۔ان مدعیانِ نبوت میں سے طلیحہ بن خویلد نے توبہ کر کے از سرِ نو اسلام قبول کیا۔عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی امت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر وہ شخص جو نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب قرار دیا جائے گا۔

آئینِ پاکستان (1973ء) میں مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ "مسلمان وہ ہے جو اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی تسلیم کرتا ہے۔" چناں چہ جو شخص آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد کسی حیثیت اور لحاظ سے کسی مدعی نبوت کو نبی یا مصلح مانے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

عقیدہ ختمِ نبوت کے عقلی دلائل

عقیدہ ختمِ نبوت کے عقلی دلائل بھی ہیں جیسے دین کا مکمل ہونا، قرآن مجید میں مذکور ہے اور جب دین مکمل ہو جائے تو عقلی طور بھی کسی اور نبی یا دین کی ضرورت نہیں رہتی، اسی طرح قرآن مجید اور سیرت طیبہ کے محفوظ ہونے میں بھی ختمِ نبوت کی عقلی دلیل ہے۔ اگر کتاب ہدایت اور سیرت طیبہ محفوظ نہ ہوتی تو اس کے ازالے کے لیے وحی کی ضرورت پڑ سکتی تھی مگر اب اس کی بالکل بھی ضرورت نہ ہے۔

ا۔ معجزات

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو نبوت کے ثبوت کے طور پر بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ قرآن وحدیث میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بے شمار معجزات کا ذکر موجود ہے مثلاً واقعہ اسراء و معراج، جسم اطہر سے خوش بُو آنا، فرشتوں کے ذریعے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد کرنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، درختوں اور پتھروں سے ہم کلام ہونا، جانوروں کا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کلام کرنا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، کھانے پینے کی چیزوں میں دستِ مبارک کی برکت کا نزول ہونا، لعابِ دہن کا شفا بن جانا اور جوامع الکلم یعنی جامع کلمات کا حامل ہونا وغیرہ۔ جامع کلمات، ان کلمات کو کہتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری نبی ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر عمل کریں اور اس دین کو دوسروں تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ قرآن مجید اور ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا اسوہ حسنہ پوری انسانیت کی راہ نمائی کے لیے کافی ہے اور ان میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے انسان کے لیے ہدایت کا سامان موجود ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) رسالت کا لغوی معنیٰ ہے:

(الف) علم حاصل کرنا (ب) پیغام پہنچانا (ج) عبادت کرنا (د) راز جاننا

(ii) انبیائے کرام عَلَیۡهِمُ السَّلَام کی طرف بھیجے جانے والے اللہ تعالیٰ کے کلام کو کہتے ہیں:

(الف) تلاوت (ب) بات (ج) وحی (د) اشارہ

(iii) مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرار دیا:

(الف) کذاب (ب) منافق (ج) ملعون (د) افترا پرداز

(iv) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس عقیدہ کو کہتے ہیں:

(الف) عقیدۂ تقدیر (ب) عقیدۂ آخرت (ج) عقیدۂ توحید (د) عقیدۂ ختمِ نبوت

(v) جنگِ یمامہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کثیر تعداد میں جامِ شہادت نوش کر کے دفاع کیا:

(الف) عقیدۂ ختمِ نبوت کا (ب) مدینہ منورہ کا (ج) مسجدِ نبوی کا (د) مکہ مکرمہ کا

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) وحی کا معنیٰ و مفہوم بیان کریں۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی حفاظت کے حوالے سے مختصراً تحریر کریں۔

(iii) وحی متلو اور غیر متلو میں فرق واضح کریں۔

(iv) رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو امتیازی خصوصیات تحریر کریں۔

(v) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی سے چار معجزات تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- عقیدۂ ختمِ نبوت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ کُتبِ سیرت کا مطالعہ کر کے رسالتِ محمدی کی مزید خصوصیات تلاش کر کے نوٹ بک میں لکھیں۔
- طلبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید معجزات تلاش کر کے کمرۂ جماعت میں بیان کریں۔
- ختمِ نبوت کی اہمیت پر مذاکرے کا اہتمام کریں۔

(ج) ملائکہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ملائکہ پر ایمان کے نقلی و عقلی دلائل کو سمجھ سکیں۔
- فرشتوں کی صفات، مقام و مرتبہ اور دنیوی و اخروی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو سکیں۔
- ملائکہ پر ایمان پختہ کرنے والے بن سکیں۔
- ملائکہ کی تعظیم اور احترام کرنے والے بن سکیں۔
- ملائکہ پر پختہ ایمان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

اس بات پر یقین رکھنا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالاتے ہیں، "ایمان بالملائکۃ" (فرشتوں پر ایمان) کہلاتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرشتوں پر ایمان لائے بغیر ایمان کے تقاضے مکمل نہیں ہوتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ
(سُوْرَةُ الْبَقَرَة:177)

ترجمہ: "بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لایا اللہ اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔"

فرشتے غلطیوں اور گناہوں سے پاک ہیں، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں مصروف رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿6﴾ (سُوْرَةُ التَّحْرِيْم: 6)

ترجمہ: "وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا وہ انھیں حکم دیتا ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نُور سے پیدا کیا ہے۔ فرشتوں کو کھانے، پینے اور سونے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:

"فرشتوں کی تخلیق نور سے، جنوں کی آگ کے شعلہ سے اور آدم علیہ السلام کی تخلیق اُس شے (مٹی) سے ہوئی۔" (صحیح مسلم: 2996)

اللہ تعالیٰ جب اپنے احکام سے بندوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہے تو وہ خود سامنے نہیں آتا، کیوں کہ اگر وہ سامنے آجائے تو دنیا میں امتحان اور آزمائش کا تصور ہی ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی ہے کہ اس نے اپنے احکام اپنے بندوں تک پہنچانے کے لیے انبیائے کرام علیھم السلام کا انتخاب فرمایا، پھر انبیائے کرام علیھم السلام تک ہدایات پہنچانے کے لیے اپنے فرشتوں اور بالخصوص اپنے مقرب فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کو مامور فرمایا۔ وحی و رسالت کے ساتھ فرشتوں کے اس گہرے تعلق کی وجہ سے انبیائے کرام علیھم السلام

اور کتابوں پر ایمان لانے کے لیے ان فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

فرشتے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئی کام انجام دیتے ہیں، جس میں نیک بندوں کی حفاظت کرنا، برے بندوں پر عذاب نازل کرنا اور اعمال کو لکھنا وغیرہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ "نبی کریم ﷺ نے سفرِ معراج میں "بَيْتُ الْمَعْمُوْر" کے مقام پر دیکھا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار (70000) فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو اس میں ایک بار (نماز پڑھ کر) چلا جاتا ہے دوبارہ کبھی اس کی باری نہیں آتی۔" (صحیح بخاری:3207)

چار مقرب اور مشہور فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف ذمہ داریوں پر مامور فرمایا ہے۔ کچھ فرشتے وہ ہیں جنھیں انسانوں کے اعمال لکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، انھیں "كِرَامًا كَاتِبِيْن" کہتے ہیں۔ وہ فرشتے جو انسان کے مرجانے کے بعد اُس سے سوال وجواب کرتے ہیں انھیں "مُنْكَرْ نَكِيْر" کہا جاتا ہے۔ جنت کے نگران فرشتے کا نام "رضوان" اور جہنم کے نگران فرشتے کا نام "مَالِك" ہے۔ جن فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھا رکھا ہے انھیں "حاملینِ عرش" کہا جاتا ہے۔ جو فرشتے عذاب پر مقرر ہیں انھیں "زَبَانِيَة" کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کے لیے بھی فرشتے مقرر فرمائے ہیں، یہ فرشتے ہمیں نقصان دہ چیزوں سے بچاتے ہیں اور ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ ان کو "حافظین" کہا جاتا ہے۔ بعض فرشتے زمین پر نیکی کرنے والے لوگوں کے ساتھ شامل ہوجاتے ہیں، ان کو "سیاحین" کہا جاتا ہے۔ فرشتوں کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ دُرود پڑھنے والوں کے درود کو نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس تک پہنچاتے ہیں۔ کچھ فرشتے نمازِ جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں۔

کبھی کبھی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل وصورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تو وہ ایک عام انسان کی شکل میں آئے تھے۔ عموماً حضرت جبریل امین علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں نبی کریم ﷺ کے پاس پیش ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کا محتاج نہیں ہے، وہ اپنے ایک حکم سے اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس نے فرشتوں کو اپنی حکمت کے تحت پیدا فرمایا ہے اور انھیں مختلف کاموں پر مقرر کیا ہے۔

فرشتوں پر ایمان رکھنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ جس خالق نے اتنی طاقت ور اور شان دار مخلوق پیدا کی ہے، وہ خود کتنا بڑا اور قدرت والا ہوگا۔ فرشتوں پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے فائدے، حفاظت اور خدمت کے لیے فرشتوں کو مقرر کیا ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق کیا ہے:

(الف) مٹی سے (ب) آگ سے (ج) پانی سے (د) نور سے

(ii) بیت المعمور پر ہر روز نماز ادا کرنے والے فرشتوں کی تعداد ہے:

(الف) پچاس ہزار (ب) ساٹھ ہزار (ج) ستر ہزار (د) اسی ہزار

(iii) انسانوں کی حفاظت پر مامور فرشتوں کو کہا جاتا ہے:

(الف) سیاحین (ب) حاملینِ عرش (ج) کراماً کاتبین (د) حافظین

(iv) انسانوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں:

(الف) کراماً کاتبین (ب) منکر نکیر (ج) سیاحین (د) حافظین

(v) حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جن صحابی کی شکل میں پیش ہوتے تھے:

(الف) حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د) حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) فرشتوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

(ii) فرشتوں کی کوئی سی دو صفات لکھیں۔

(iii) فرشتوں کی کوئی سی دو ذمہ داریاں تحریر کریں۔

(iv) ایمان بالملائکہ کے حوالے سے قرآنی آیات کا ترجمہ لکھیں۔

(v) فرشتوں پر ایمان رکھنے سے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- فرشتوں پر ایمان اور ان کی ذمہ داریوں پر مفصل نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- ملائکہ سے متعلق مستند کتب کا مطالعہ کریں۔
- طلبہ گروپ کی صورت میں دنیا، حفاظت، موت، قبر اور آخرت سے متعلق ملائکہ کے کردار و ذمہ داریوں کی معلومات جمع کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- ملائکہ کی صفات اپنی نوٹ بک میں تحریر کریں۔

(د) کُتُبِ سماویہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- آسمانی کتب اور صحائف کے جامع تعارف اور نزول کے مقصد سے آگاہ ہو سکیں۔
- وحی کو بطور مستند اور قطعی ذریعہ علم سمجھ سکیں۔
- آسمانی کتب اور صحائف پر ایمان کے نقلی و عقلی دلائل سمجھ سکیں۔
- آسمانی کتب کی مشترک تعلیمات اخذ کر سکیں۔
- قرآن مجید کی تعلیمات کی اہمیت جان کر ان پر عمل کر سکیں۔
- اس بات پر یقین رکھ سکیں کہ گزشتہ آسمانی کتب کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور قرآنِ مجید ہی واحد آخری آسمانی کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔

کتبِ سماویہ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ انبیائے کرام علیہم السلام پر یہ کتابیں اور صحیفے اس لیے نازل کیے گئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کریں، اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کے انعامات کی بشارت دیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ (سُوْرَةُ النِّسَآء:136)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ پر اور اُس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم) پر نازل فرمائی اور اُن کتابوں پر جو اُس نے پہلے نازل فرمائیں۔"

حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، (قیامت کے روز) اس سے ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لے آؤ۔ (صحیح مسلم:09)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات، حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام زبور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کا نام قرآن مجید ہے۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب ہے جو سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ قرآن مجید میں سابقہ آسمانی کتب کے مضامین کے ساتھ ساتھ قیامت تک آنے والے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے تعلیمات موجود ہیں۔

آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام تفصیل سے بیان کیے گئے جب کہ صحائف میں انھیں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ چار

بڑی کتابوں کے علاوہ جو چھوٹی چھوٹی کتابیں بعض انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام پر نازل ہوئیں انھیں صحیفے کہتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہونے والے صحیفوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿18﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿19﴾ (سُوْرَةُ الْاَعْلٰى: 18-19)

ترجمہ: "یقیناً یہ (تعلیم) پہلے صحیفوں میں (بھی) ہے۔ (یعنی) ابراہیم (علیہ السّلام) اور موسیٰ (علیہ السّلام) کے صحیفوں میں۔"

انسانوں کی راہ نمائی کے لیے ایک ہدایت نامے کی ضرورت تھی، جس کی روشنی میں وہ اپنی زندگی کے فیصلے کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیھم السلام کے ساتھ آسمانی کتابوں کو اس لیے نازل فرمایا تاکہ وہ لوگوں کے لیے آسمانی تعلیمات پر عمل کا مثالی نمونہ بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں اور صحیفے وحی کے ذریعے سے نازل فرمائے۔ وحی کے ذریعے حاصل ہونے والا علم قطعی اور یقینی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہوسکتا۔ جن چیزوں کو سمجھنے سے انسانی عقل قاصر تھی یا غلطی کرسکتی تھی ان کی تفہیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیھم السلام پر وحی نازل فرما کر انسانوں پر عظیم احسان فرمایا۔

آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات

تمام آسمانی کتب میں ایمانیات اور اخلاقیات کے مضامین مشترکہ طور پر موجود رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے سب میں تین درج ذیل عقیدے مشترکہ طور پر موجود رہے ہیں:

1. توحید
2. رسالت
3. آخرت

لہٰذا اگر کسی مذہب کی تعلیمات میں ان تین بنیادی عقائد کی مخالفت نظر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کی بلکہ لوگوں نے اپنی مرضی سے ان کتابوں میں شامل کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنا، نماز پڑھنا، خشوع وخضوع اختیار کرنا اور اس کے راستے میں خرچ کرنے کی تعلیم بھی تمام آسمانی کتابوں میں موجود رہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السّلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کے قربانی کرنے کا ذکر ملتا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قربانی کا حکم بھی سابقہ شریعتوں میں موجود رہا ہے۔

تمام آسمانی کتابوں میں زندگی گزارنے کے لیے اچھے اخلاق کی تعلیم دی گئی۔ سچ بولنا، دوسروں کو ان کا حق دینا، عاجزی کے ساتھ زندگی گزارنا، حلال کھانا، پاک صاف رہنا اور شرم وحیا کے ساتھ زندگی گزارنا تمام آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیمات میں سے ہیں۔

قرآنِ مجید میں اہلِ کتاب کو کچھ اس طرح دعوت دی گئی ہے:

"(اے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجیے کہ اے اہلِ کتاب! اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہم اس کے ساتھ کسی شے کو شریک ٹھہرائیں اور نہ

ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب بنائے پھر اگر یہ منہ موڑ لیں تو کہہ دیجیے کہ گواہ رہنا کہ ہم تو (اللہ کے) فرماں بردار ہیں" (سُوْرَةُ آلِ عِمْرٰن: 64)

قرآن مجید کا امتیاز

اسلامی عقیدے کے مطابق قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس کے نزول کے بعد تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہو گئیں لیکن یہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہدایت اور راہ نمائی کا سرچشمہ ہے۔

قرآن مجید جس طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اب بھی اسی طرح موجود ہے، اس میں ایک حرف کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی قیامت تک ہوگی کیوں کہ قرآنِ مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حفاظت کا انتظام فرماتے ہوئے اسے لوگوں کے سینوں میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر ذرائع سے بھی اس کی حفاظت کا اہتمام فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت اس کے آخری کتاب ہونے کی ایک دلیل ہے۔

قرآنِ مجید حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ قرآن مجید کا ہر حرف، لفظ، آیت اور اس کی تعلیمات معجزہ ہیں۔ قرآنِ مجید میں کائنات کے بارے میں جو حقائق بیان کیے گئے ہیں ان کو آج کے ترقی یافتہ دور میں جدید سائنس بھی تسلیم کر رہی ہے۔ قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کی عظمت کا ہر دور کے مذہبی اور سائنسی علوم کے ماہرین برملا اعتراف کرتے رہے ہیں۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کے احکام سے آگاہی　　(ب) معجزات کا بیان

(ج) معلومات میں اضافہ　　(د) تاریخی قصوں کا بیان

(ii) وحی کے ذریعے سے حاصل ہونے والا علم ہے:

(الف) سائنسی　　(ب) قطعی　　(ج) ظنی　　(د) کسبی

(iii) تمام آسمانی کتب کا مشترکہ عقیدہ کی مشترکہ تعلیمات میں سے ہے:

(الف) توحیدِ باری تعالیٰ پر ایمان　　(ب) ختمِ نبوت پر ایمان

(ج) حدیثِ نبوی پر ایمان　　(د) قرآنِ مجید پر ایمان

(iv) قرآنِ مجید کے قیامت تک محفوظ ہونے کی بڑی وجہ ہے:

(الف) آخری کتاب ہونا (ب) حفاظتِ الٰہی میں ہونا

(ج) لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہونا (د) عالم گیر کتاب ہونا

(v) تمام آسمانی کتابوں اور صحائف کا خلاصہ موجود ہے:

(الف) قرآنِ مجید میں (ب) زبور میں (ج) انجیل میں (د) تورات میں

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

(i) آسمانی کتابوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

(ii) آسمانی کتابوں کا مختصر تعارف بیان کریں۔

(iii) آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیمات میں سے دو تحریر کیجیے۔

(iv) وحی کی اہمیت بیان کریں۔

(v) قرآنِ مجید کی خصوصیات کا جائزہ لیں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- کتبِ سماویہ پر ایمان کے موضوع پر ایک جامع مضمون تحریر کیجیے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- آسمانی کتب پر ایمان سے متعلق سبق کے علاوہ معلومات تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- قرآنِ مجید اور دیگر آسمانی کتب کی خصوصیات کا موازنہ کریں۔
- قرآنِ مجید میں مندرجہ ذیل مضامین کی نشان دہی کریں۔ کسی ایک سورت کا حوالہ دیں:

مضامین	تخلیقِ کائنات کا ذکر	حیوانات کا ذکر	فلکیات کا ذکر	نباتات کا ذکر	جنات کا ذکر	ملائکہ کا ذکر
حوالہ سورت						

(۵) آخرت پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ آخرت کے جامع تعارف مختلف مذاہب میں تصورِ آخرت اور عقیدۂ آخرت کے عقلی و نقلی دلائل سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- برزخ، حشر نشر، میزان، پُل صراط، شفاعت اور حوضِ کوثر کے تصورات کو سمجھ سکیں۔
- جنت اور جہنم کی زندگی کا موازنہ کر سکیں۔
- عملی زندگی میں عقیدۂ آخرت کی اہمیت اور اس کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- دنیا کے عارضی ہونے اور عقیدہ آخرت پر ایمان پختہ کر کے فکرِ آخرت کو اپنی زندگی کا اولین مقصد بنا سکیں۔
- عقیدۂ آخرت کے تناظر میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے والے اور برائیوں سے اجتناب کرنے والے بن کر حصولِ شفاعت کی کوشش کر سکیں۔

لفظ آخرت کے معنیٰ بعد میں آنے والی چیز کے ہیں۔ آخرت پر ایمان سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی ایک دن فنا ہو جائے گی۔ جس کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہوگی۔ مرنے کے بعد انسانوں کو جزا و سزا اور حساب و کتاب کے لیے اٹھایا جائے گا جس دن انسانوں کا حساب و کتاب ہوگا اسے "یومِ آخرت" کہتے ہیں۔

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دے کر آزمائش کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے۔ موت کے بعد اُخروی زندگی دائمی ہے۔ اس دنیا میں انسان کے اعمال کے پورے نتائج مرتب نہیں ہوتے بلکہ انسان کے اس دنیا کے اعمال کے مکمل نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اس دنیا کے خاتمے کا ایک دن مقرر ہے، جس طرح ہر چیز فنا ہو جاتی ہے اسی طرح ایک دن یہ دنیا بھی فنا ہو جائے گی اور اس کے بعد ایک نئی زندگی وجود میں آئے گی۔ اس دنیا کے خاتمے کے بعد جب ایک نیا نظام وجود میں آئے گا تو اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا۔ انسانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور انھیں نیک اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

عقیدۂ آخرت تمام مذاہب کے عقائد میں سے اہم ترین عقیدہ ہے۔ تمام مذاہب کی تعلیم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہوگا بلکہ موت کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے دنیا کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا البتہ منکرین آخرت موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے، حساب کتاب اور جنت و دوزخ کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے شبہات اور اعتراضات ذکر کر کے ان کا عمدہ انداز میں جواب دیا ہے۔ مشرکینِ مکہ اس شک میں مبتلا تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اور اس کے گل سڑ جانے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ (سُوْرَةُ الرُّوْم: 27)

ترجمہ: "اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔"

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔ انسانی عقل بھی عقیدہ آخرت کو تسلیم کرتی ہے۔ ہر سلیم الفطرت شخص یہ مانتا ہے کہ اعمال کا بدلہ ملتا ہے کسی نے اچھا عمل کیا ہو تو اسے اچھا بدلہ ملے گا اور کسی نے برا عمل کیا ہو تو اسے برا بدلہ ملے گا۔ اگر انسان بفرضِ محال یہ تسلیم کرلے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اشرف المخلوقات انسان کو اس کائنات میں عبث پیدا کیا گیا ہے اور اس کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے جب کہ ایسا ہونا محال ہے کہ اس ساری کائنات کو بے کار اور بے مقصد پیدا کیا گیا ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہم نے ان کو صرف حق کے ساتھ (بامقصد) پیدا کیا۔'' (سُورَةُ الدُّخَان:40-38)

چناں چہ عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرنے کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس دن نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال کی اچھی جزا دی جائے اور برے اعمال کرنے والوں کو سزا دی جائے اور وہ دن قیامت کا دن ہے جس دن تمام انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

انسان کے اعمال کی جزا و سزا کا یہ سلسلہ اس کی موت کے بعد برزخ کی صورت میں شروع ہوجاتا ہے۔ برزخی زندگی کا یہ مرحلہ صُور پھونکنے تک جاری رہے گا۔ قیامت قائم ہونے کے بعد جب تمام انسانوں کو اکٹھا کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا تو برزخی زندگی کا مرحلہ ختم ہوجائے گا اور حشر نشر کا مرحلہ شروع ہوجائے گا۔ تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لیے ایک بہت بڑے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا۔ اس دن سورج مخلوق کے انتہائی قریب ہوگا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ گناہ گاروں کے لیے یہ دن بہت سخت اور ہولناک ہوگا۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ ان کے چہرے غبار آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چڑھی ہوگی جب کہ ایمان والوں کے چہرے نورانی ہوں گے وہ عرش کے سایہ میں ہوں گے اور ان کے دائیں بائیں نور ہوگا اور انھیں جنت کی خوش خبریاں مل رہی ہوں گی۔

اعمال کا وزن کرنے کے لیے ترازو نصب کیا جائے گا اور کسی انسان پر ذرا برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جن لوگوں کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا ان اہل ایمان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دے کر یہ خوش خبری دی جائے گی کہ تم جنت میں داخلے کے مستحق ہو جب کہ کفار و منافقین اور جن کے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں تھما کر انھیں دوزخ میں جانے کی وعید سنائی جائے گی۔

میدانِ محشر میں نبی کریم خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّم کو میٹھے پانی کا حوض عطا کیا جائے گا جس کا پانی جنت کی ایک نہر (کوثر) سے آرہا ہوگا اور وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ اہل ایمان نبی کریم خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّم کے ہاتھوں حوض کوثر سے پانی پییں گے جس کی برکت سے انھیں جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی جب کہ کفار و مشرکین اور مرتدین کو حوض کوثر کے پانی سے محروم کردیا جائے گا۔

اس کے بعد جنت اور جہنم کا مرحلہ ہوگا۔ اس مرحلہ پر لوگوں کو ایک پل سے گزارا جائے گا جسے پُل صراط یا جَسْرِ جھنم کہتے ہیں۔ اس پل کے نیچے جہنم کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ پل کے دوسری جانب جنت ہوگی۔ نیک لوگ پلک جھپکتے ہی پل سے گزر جائیں گے جب کہ گناہ گاروں کے لیے ان کے گناہوں کے حساب سے پل سے گزرنے میں مشکلات ہوں گی جن کے گناہ زیادہ ہوں گے وہ اس پل سے جہنم میں گر جائیں گے۔

اہلِ ایمان میں سے فاسق و فاجر لوگوں کو ان کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا جب کہ کفار ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔

روزِ قیامت اور شفاعت

شفاعت کے معنیٰ ''سفارش'' کے ہیں۔ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

شفاعت کبریٰ: شفاعت کبریٰ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ اس شفاعت کا فائدہ پوری انسانیت کو ہوگا کیوں کہ اس کی وجہ سے حساب کے انتظار کی سختی ختم ہوجائے گی اور حساب شروع ہو جائے گا۔ اسی شفاعت کو مقامِ محمود کہتے ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مقامِ محمود کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہی ہے۔ (جامع ترمذی: 3148)

شفاعت صغریٰ: قیامت کے دن نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام و ملائکہ، علما و شہداء، صالحین، قرآن مجید اور روزے وغیرہ اللہ تعالیٰ کے حضور انسانوں کی شفاعت کریں گے۔

شفاعت میں زور اور زبردستی نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا۔

عملی زندگی میں عقیدۂ آخرت کے اثرات

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے اہم اثرات درج ذیل ہیں:

۱۔ نیک اعمال کی طرف رغبت

عقیدۂ آخرت کا حامل شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے ان اعمال کی جزا عطا فرمائے گا لہٰذا وہ نیک اعمال کثرت سے بجالانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو۔

۲۔ برائی سے اجتناب

عقیدہ آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور اس کے ایک ایک اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ روزِ قیامت ضرور ملے گا لہٰذا وہ بُرے اعمال سے گریز کرنے لگتا ہے تاکہ آخرت میں سزا سے بچ سکے اور نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ روزِ قیامت ان کی جزا پاسکے۔

۳۔ حقوق کا احترام

عقیدہ آخرت کا حامل شخص اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرتا ہے کیوں کہ اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ

دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں روزِ قیامت اسے جواب دینا پڑے گا اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی صورت میں اس کی نیکیاں اس شخص کو دے دی جائیں گی جس کے حقوق اس نے ادا نہیں کیے تھے یا اُس کے گناہ اس شخص کے اعمال نامے میں ڈال دیے جائیں گے یوں یہ شخص حقوق و فرائض کا احترام کرتا ہے۔

۴۔ صبر و تحمل کا حصول

عقیدہ آخرت پر ایمان رکھنے سے انسان میں صبر و تحمل پیدا ہوتا ہے کیوں کہ عقیدہ آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ دنیا میں جتنی بھی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں گی روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کو ان کا اجر ملے گا اور وہ انسان کے لیے بلندی درجات کا باعث بنیں گی لہٰذا وہ ہر طرح کی مصیبت اور تکلیف کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔

۵۔ تعمیرِ سیرت

عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے انسان میں عمدہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور انسانی سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ اسے اچھے اخلاق پر ابھارتا ہے۔ یوں وہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کر کے معاشرے میں اخلاقِ حسنہ کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔

۶۔ بہادری و سرفروشی

عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی اور موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اسے ایک دن موت آنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے، اس کی جان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس لیے وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا اور خوشی سے شہادت کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) انسانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا:

(الف) میزان پر　(ب) پلِ صراط پر　(ج) حوضِ کوثر پر　(د) مقامِ محمود پر

(ii) دنیا کی زندگی ہے:

(الف) مثالی　(ب) کھیل تماشا　(ج) ہمیشہ رہنے والی　(د) عارضی

(iii) برزخی زندگی کا مرحلہ ختم ہوتا ہے:

(الف) میزان نصب کرنے پر　(ب) پلِ صراط سے گزرنے پر

(ج) حوضِ کوثر پر　(د) صور پھونکنے پر

(iv) قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی سفارش پر شروع ہوگا:

(الف) جزا و سزا کا عمل　　(ب) حساب کتاب کا عمل

(ج) پل صراط سے گزرنے کا عمل　　(د) صور پھونکنے کا عمل

(v) عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص نظر رکھتا ہے:

(الف) دنیوی نفع پر　(ب) دنیوی نقصان پر　(ج) حساب کتاب پر　(د) اخروی نتائج پر

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) عقیدۂ آخرت کے بارے قرآن مجید کی تعلیمات مختصراً بیان کریں۔

(ii) آخرت میں مسلمانوں کو کس قسم کی نعمتوں سے نوازا جائے گا؟

(iii) قرآن مجید نے مشرکین کے دوبارہ زندہ کیے جانے کے شبہات کا کیسے رد کیا ہے؟

(iv) حوضِ کوثر کے بارے میں مختصراً تحریر کریں۔

(v) شفاعت کبریٰ سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- عقیدہ آخرت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- عقیدہ آخرت (برزخ، حشر نشر، میزان، شفاعت، حوضِ کوثر، جنت، جہنم) سے متعلق قرآن و حدیث سے معلومات تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- عقیدہ آخرت سے متعلق مستند دینی کتب کا مطالعہ کریں اور مذکورہ موضوعات کے حوالہ جات تحریر کریں۔
- جنت اور جہنم کی زندگی کے موازنے پر مبنی چارٹ بنائیں جس میں ان کے نام، وسعت، ملائکہ کے نام، دروازوں کی تعداد وغیرہ کا ذکر ہو۔
- انسانی زندگی کے دیے گئے مراحل کو ترتیبِ زمانی میں لکھیں۔

عالمِ برزخ	عالمِ حشر	جنت یا جہنم	عالمِ دنیا	عالمِ ارواح	بطنِ مادر

(2) عبادات

(الف) فلسفۂ نماز

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نماز کی اہمیت، فلسفے اور احکام کو سمجھ سکیں۔
- نماز میں خشوع وخضوع اور اخلاص کی اہمیت کا ادراک کرسکیں۔
- نماز کے روحانی وجسمانی فوائد اور معاشرتی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- عملی زندگی میں نماز باجماعت کی پابندی کرسکیں۔
- خشوع وخضوع اور اخلاص کے ذریعے تزکیۂ نفس کرسکیں۔

نماز کی اہمیت

نماز، ارکانِ اسلام میں توحید ورسالت کی شہادت کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ احکام اسلام میں نماز کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں نماز قائم کرنے کا حکم کثرت سے وارد ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿31﴾ (سُوْرَةُ الرُّوْم: 31)

ترجمہ: ”اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا۔“

ارشادِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ہے:

بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (صحیح بخاری: 8)

ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا“

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے نماز کو دین کا ستون قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ (جامع ترمذی: 2616)

ترجمہ: ”دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون (عمود) نماز ہے۔“

نماز تمام سابقہ امتوں پر بھی فرض رہی ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں کو نماز کی تاکید فرماتے رہے۔ نبی کریم

خاتم النبیین ﷺ نے بھی امت کو نماز کی بہت زیادہ تاکید فرمائی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال میں کیا جائے گا (سنن ابن ماجہ:1425)۔ نماز کی فرضیت قرآن وسنّت سے ثابت ہے جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے یا اس میں شک کرے یا نماز کا مذاق اڑائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو نماز کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تم کیا سمجھتے ہو اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر ہو جس سے وہ ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو، کیا اس (کے جسم) کا کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کی: اس کا کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو صاف کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم:667)

نماز ایک مخصوص عبادت ہے جو کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے امت کو سکھائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ نماز اس طرح ادا کرو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح بخاری:6008)

فلسفۂ نماز

نماز کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک مضبوط روحانی تعلق قائم کرنا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے قرب کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ (صحیح بخاری:417)

دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک گہرا روحانی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ تعلق بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، خوف، اور خشیت پیدا کرتا ہے، جو اس کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نماز انسان کو اللہ کے سامنے جھکنے، اپنی عاجزی کا اظہار کرنے اور اس کی عظمت کا اعتراف کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ نماز انسان کو یاد دہانی کرواتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اسی کے فضل وکرم پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے۔ سجدہ، جو نماز کا اہم حصہ ہے، انسان کے دل میں عجز وانکساری کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور اسے اپنے نفس کی بڑائی اور غرور سے بچاتا ہے۔ نماز بندے کو برائیوں اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت: 45)

ترجمہ: "بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برے کاموں سے۔"

نماز انسان کے دل کو صاف کرتی ہے، اس کے خیالات اور اعمال کو نیک بناتی ہے، اور اسے ایک صالح زندگی گزارنے کی تحریک دیتی ہے۔

دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا اور دن میں متعدد بار باوضو ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا، عاجزی کے ساتھ اس کے حضور کھڑے ہونا، جھکنا اور سجدہ کرنا انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری اور محبت کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس طرح انسان غفلت اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

نماز کے احکامات

نماز سفر، حضر، تنگی، خوش حالی، خوشی، غمی، صحت، بیماری، جنگ، امن ہر حالت میں فرض ہے۔ نماز کسی صورت بھی معاف نہیں ہے لیکن امت کی سہولت کی خاطر نبی کریم ﷺ نے بعض ناگزیر حالات میں نماز کو مختصر پڑھنے یا بیماری کی حالت میں بیٹھ کر، لیٹ کر یا اشاروں کے ساتھ پڑھنے کی رخصت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن میں پانچ نمازیں بالترتیب فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اپنے اپنے اوقات مقررہ میں فرض ہیں۔ نماز ادا کرنے سے پہلے وضو کو نماز کے لیے شرط قرار دیا ہے، یعنی بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی البتہ امت کی سہولت کے لیے سخت بیماری کی حالت میں یا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح نماز کی جگہ کا پاک ہونا، جسم اور جسم پر موجود کپڑوں کا پاک ہونا، ستر کا چھپا ہونا، نماز کا وقت ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا اور نماز کی نیت کرنا، نماز کی شرائط میں سے ہیں۔

نماز کے دوران میں نظروں کو گھمانا، آسمان کی طرف دیکھنا، مسلسل کپڑے درست کرتے رہنا اور انگلیاں چٹخانا، کھنگھورتے رہنا، ہلتے جلتے رہنا ناپسندیدہ امور ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ان امور میں مشغول ہونے سے نماز کا خشوع وخضوع متاثر ہوتا ہے۔ خشوع سے مراد انسان کے ظاہری اعضا کا عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھک جانا اور خضوع سے مراد انسان کے دل اور خیالات کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ خشوع وخضوع کو نماز کی روح قرار دیا گیا ہے۔ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② (سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن: 1-2)

ترجمہ: ”یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔“

حدیثِ مبارک میں خشوع وخضوع کی کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سینے سے رونے کی وجہ سے چکی کی آواز کے مانند آواز آتی تھی۔ (سنن ابی داود: 904)

اسی طرح نبی کریم ﷺ امت کو بھی نماز میں خشوع وخضوع کی ترغیب دیا کرتے تھے چناں چہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے اور اچھی طرح وضو کرے اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے تو وہ نماز اس کے تمام پچھلے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: 228) نماز میں خشوع وخضوع کے ساتھ ساتھ اخلاص کی تاکید کرتے ہوئے ریاکاری سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ② (سُوْرَةُ الزُّمَر: 2)

ترجمہ: ”تو آپ اللہ کی عبادت کیجیے اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔“

نماز میں ریاکاری سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے ریاکاری سے نماز ادا کی اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد: 17140)

نماز قائم کرنے کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ نماز کو خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے، مکمل شرائط و آداب کو ملحوظ رکھا

جائے اور ہر اس عمل سے بچا جائے جو نماز کے ثواب کو ضائع کرنے کا سبب بنے۔

نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث میں نماز با جماعت ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿43﴾ (سُوْرَةُ الْبَقَرَة: 43)

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

اس آیتِ مبارکہ میں نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کی تاکید ہے جو کہ نماز با جماعت ادا کرنے کی صورت ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں نماز با جماعت ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

با جماعت نماز اکیلے کی پچیس نمازوں کے برابر (فضیلت رکھتی) ہے۔ (صحیح مسلم: 649)

اور ایک دوسرے موقع پر با جماعت نماز ادا کرنے (کے ثواب) کو ستائیس نمازوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری: 645)

دن میں پانچ مرتبہ اذان کی آواز اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ نماز کو با جماعت ادا کیا جائے۔ با جماعت نماز ادا کرنے سے نظم و ضبط کی فضا قائم ہوتی ہے اور پابندی قوانین کی تربیت ہوتی ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام کے احیا کا اعلان ہوتا ہے۔ نماز سے اسلام کے حسنِ تہذیب کے تصور کو جلا ملتی ہے۔

نماز کے فوائد

نماز کو مکمل آداب کے ساتھ ادا کرنے سے بے شمار روحانی و جسمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رہتا ہے ذکر الٰہی کی صورت میں دل کو سکون اور اطمینان کی دولت میسر آتی ہے، احساس بندگی قائم رہتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور بے شمار اجر و ثواب کا حق دار ٹھہرتا ہے، اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور وہ برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ جب انسان نماز کے لیے دن میں پانچ مرتبہ وضو کرتا ہے تو سارا دن ہاتھ، چہرہ اور پاؤں دھلنے سے انسانی جسم ہر قسم کی غلاظت سے پاک صاف اور تر و تازہ رہتا ہے اور انسانی صحت پر اس کے اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ اسی طرح نماز کی حالت میں رکوع اور سجود کی ہیئت بھی اپنے اندر بے شمار طبی فوائد رکھتی ہے کہ سجدے کی حالت میں خون سر کی نالیوں میں وافر مقدار میں آسانی سے پہنچ جاتا ہے اور دماغ تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

نماز کے ان انفرادی اور روحانی و جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار اجتماعی و معاشرتی فوائد بھی ہیں۔ تنہا نماز پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب و تاکید اسی لیے کی گئی ہے کہ نماز کے اجتماعی و معاشرتی فوائد حاصل ہوں۔ نماز با جماعت ادا کرنے سے اطاعت امیر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ باہمی ہمدردی، محبت اور یگانگت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، دوسرے مسلمان بھائیوں کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے جس سے غم گساری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ معاشرتی تفاوت کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اکٹھے نماز پڑھنے سے مساوات اور برابری کا درس ملتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن و سنت کی روشنی میں نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ قائم کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو راضی کر سکیں اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) توحید و رسالت کی شہادت کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے:

(الف) نماز (ب) روزہ (ج) حج (د) زکوٰۃ

(ii) ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق بے حیائی اور برائی سے روکنے والا عمل ہے:

(الف) روزہ (ب) حج (ج) عمرہ (د) نماز

(iii) دین کا ستون ہے:

(الف) نماز (ب) صدقہ و خیرات (ج) کمزوروں کی مدد (د) بڑوں کا ادب

(iv) نہر میں غسل کرنے کی مثال میں نبی کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے:

(الف) پانچوں وقت نماز کی (ب) نمازِ تہجد کی (ج) نمازِ تراویح کی (د) نمازِ جنازہ کی

(v) اطاعتِ امیر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے:

(الف) باجماعت نماز ادا کرنے سے (ب) پنج گانہ نماز ادا کرنے سے

(ج) وقت پر نماز ادا کرنے سے (د) نوافل ادا کرنے سے

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) نماز کی اہمیت مختصراً بیان کریں۔

(ii) باجماعت نماز کے عملی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

(iii) نماز میں خشوع و خضوع سے کیا مراد ہے؟

(iv) نماز کی کوئی سی دو شرائط تحریر کریں۔

(v) نماز کے کوئی سے دو فوائد تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- نماز کی اہمیت اور اس کے فوائد و ثمرات پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ مستند کتب کے ذریعے سے اور اپنے بڑوں سے نماز کے احکام و مسائل سمجھیں۔
- نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کی تدابیر تلاش کر کے اپنی نوٹ بک میں لکھیں۔
- سبق میں دی گئی نماز کی حکمتوں اور فضائل کے علاوہ مزید تلاش کریں۔
- نماز بے حیائی اور برائی سے روکنے میں کیسے مددگار ہوتی ہے؟ اس موضوع پر تقریر کا اہتمام کریں۔
- نماز باجماعت کے ذریعے سے درج ذیل میں سے آپ نے کون سی صفات و اثرات محسوس کیے؟ نشان دہی کریں۔

وقت کی پابندی	نظم و ضبط	خشوع و خضوع	عاجزی	اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس ہونا	مساوات	جسمانی چستی

(ب) فلسفۂ زکوٰۃ وصدقات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- زکوٰۃ کی فرضیت اور حکمتوں کو جان سکیں۔
- عشر اور خمس کے متعلق جان سکیں۔
- زکوٰۃ کے احکام ومسائل، آداب اور عاملین زکوٰۃ کی تحدید کو سمجھ سکیں۔
- زکوٰۃ، عشر اور خمس کی حکمت اور فضائل سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ وصدقات کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- صاحب نصاب ہونے کی صورت میں اپنے گھر والوں، بزرگوں یا علمائے کرام کی مدد سے زکوٰۃ کا حساب کر سکیں۔
- زکوٰۃ وصدقات کو مستحقین تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔
- صدقات اور رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے بن سکیں۔

زکوٰۃ کا مفہوم

زکوٰۃ کے لغوی معنٰی، پاک ہونا، نشوونما پانا اور بڑھنے کے ہیں۔ اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد وہ مالی عبادت ہے جو ہر عاقل و بالغ، صاحب نصاب مسلمان پر، اڑھائی فیصد کی شرح سے سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ جو مسلمان زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا مال پاک کر لیتا ہے اور اس کا دل بھی دولت کی ہوس سے پاک ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ (سُوْرَةُ التَّوْبَة: 103)

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) ان کے مال میں سے صدقہ لیجیے تاکہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) انھیں پاک کریں اور اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کریں۔"

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ یکم رمضان المبارک 2 ہجری کو فرض ہوئی۔ زکوٰۃ کا مکمل نظام 9 ہجری فتح مکہ کے بعد نافذ ہوا۔ زکوٰۃ فرض حکم ہے، اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے وصال کے بعد بعض عرب قبائل نے مسلم حکومت کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کے خلاف جہاد کیا اور اسلام کے اس حکم کو نافذ کیا۔

زکوٰۃ کے لازم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان عاقل، بالغ مسلمان اور آزاد ہو اور اسے صاحب نصاب ہوئے ایک سال گزر چکا ہو اور اس کا مال، قرض اور بنیادی ضروریاتِ زندگی مثلاً گھر کے سامان، کھانے، پینے اور پہننے سے زائد ہو۔ یاد رہے کہ مال زکوٰۃ کا نصاب سال کے شروع اور آخر میں اگر پورا ہو تو زکوٰۃ فرض ہوگی سال کے دوران اس مال میں کمی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سال کے

آخر میں موجود تمام مال پر زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔

نصابِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا ہے، جس پر اڑھائی فی صد (چالیسواں حصّہ) زکوٰۃ ہے۔ جانوروں پر زکوٰۃ کا نصاب پانچ اونٹ، 30 گائے اور بھینسیں اور 40 بکریاں ہیں جن پر سال گزرنے کے بعد ان کی مقررہ شرح کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ یہاں جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو نسل بڑھانے کی نیت سے رکھے ہوں اور وہ جانور جو سال کے اکثر حصہ میں جنگل وغیرہ میں چرتے ہوں ایسے جانور جو خرید و فروخت کے لیے رکھے ہوں وہ مال تجارت ہیں ان پر مال تجارت کے احکام لاگو ہوں گے۔

اس کے علاوہ نقدی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد تمام اشیاء پر بھی اڑھائی فی صد کی شرح سے سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ مال تجارت سے مراد وہ سامان ہے جسے تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔ صاحب نصاب مسلمان کو اپنے تمام اثاثہ جات کا حساب لگا کر پوری ذمہ داری کے ساتھ ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

مصارفِ زکوٰۃ (زکوٰۃ کہاں خرچ کی جائے)

دینِ اسلام نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان مصارف کی طرف بھی راہ نمائی فرمائی ہے جن کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا۔ مصارفِ زکوٰۃ آٹھ ہیں:

- فقرا
- مساکین
- عاملین (زکوٰۃ اکٹھی کرنے والا عملہ)
- تالیف قلوب (اسلام کی طرف رغبت کے لیے دل جوئی)
- غلام آزاد کرنے کے لیے
- قرض داروں کا قرض ادا کرنا
- فی سبیل اللہ (فروغِ دین کے امور)
- مسافر

عُشر

عشر کا لغوی معنٰی ''دسواں حصہ'' (10 فی صد) ہے۔ دینی اصطلاح میں یہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سُوْرَةُ الْاَنْعَام: 141)

ترجمہ: اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو اس پر عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ (10 فی صد) ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی یا مصنوعی طریقے سے سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ (5 فی صد) ہے۔

سرکاری ٹیکس وغیرہ ادا کرنے سے عشر ادا نہیں ہوتا۔ عشر بھی زکوٰۃ کی طرح ہی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور عُشر زمینی پیداوار کا، زکوٰۃ کی ادائی کے لیے مال یا سامان وغیرہ پر سال کا گزرنا ضروری ہے جب کہ عشر میں سال کا گزرنا ضروری نہیں بلکہ اگر دو یا زائد مرتبہ فصل ہوتی ہے تو ہر مرتبہ عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

خُمس

خُمس سے مراد مال کا پانچواں حصہ ہے۔ وہ مال جو دشمنانِ اسلام سے جنگ کے دوران ہاتھ آئے اسے "مالِ غنیمت" کہتے ہیں۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> اور جان لو کہ تم جو کوئی چیز غنیمت میں حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کے لیے اور رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کے رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں (کے لیے) ہے۔ (سُوْرَةُ الْاَنْفَال: 41)

عاملینِ زکوٰۃ کی ذمہ داری

جو لوگ زکوٰۃ وصول کر کے انھیں مستحقین میں تقسیم کرنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں، انھیں اس فریضے کو انتہائی دیانت داری سے ادا کرنا چاہیے۔ اجتماعی اموال میں خیانت کا جرم بہت سنگین جرم ہے۔ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری عطا کی اور اس کا انتقال اس حال میں ہوا کہ وہ اس ذمہ داری میں خیانت اور کھوٹ سے کام لے رہا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام فرما دے گا۔ (صحیح بخاری: 7151) ذاتی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کی بجائے محلہ اور حکومتی سطح پر اہلِ خیر حضرات زکوٰۃ کو جمع کر کے مصارفِ زکوٰۃ میں تقسیم کرنے کا اہتمام کریں۔

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کی اہمیت

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں روح کو حاصل ہے۔ زکوٰۃ سے غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا ہے اور فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ دولت گردش میں رہتی ہے جس سے انسانوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں اور دولت صرف چند ہاتھوں تک محدود نہیں رہتی۔

زکوٰۃ کے نظام سے جرائم اور ظلم کے خاتمے میں مدد ملتی ہے۔ گداگری رک جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا ہونے سے طبقاتی تقسیم آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کے پاس باقی رہ جانے والا مال پاک ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے انسان باطنی بیماریوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر زکوٰۃ و صدقات، عشر اور خمس کا نظام صحیح معنیٰ میں نافذ کر دیا جائے تو غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے امیر لوگوں کے مال میں برکت آتی ہے، بیماریاں اور آفتیں دور ہونے کے ساتھ ساتھ غریبوں کا بھی بھلا ہوتا ہے اور انھیں زندگی گزارنے کے لیے ضروری اسباب میسر آ جاتے ہیں۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) ارشادِ ربانی کے مطابق زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصد ہے:

(الف) مال کی پاکیزگی (ب) گردشِ دولت (ج) غربت کا خاتمہ (د) نفرتوں کا خاتمہ

(ii) منکرینِ زکوٰۃ کے بارے میں خلیفۂ اول نے حکم دیا:

(الف) جہاد کا (ب) جلاوطنی کا (ج) قید کا (د) بائیکاٹ کا

(iii) مصنوعی طریقے سے سیراب ہونے والی زمین پر عشر کی شرح ہے:

(الف) اڑھائی فی صد (ب) پانچ فی صد (ج) سات فی صد (د) دس فی صد

(iv) مالِ غنیمت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اہلِ بیت کا حصہ کہلاتا ہے:

(الف) عشر (ب) خمس (ج) صدقۂ فطر (د) جزیہ

(v) زکوٰۃ ادا کرنے سے معاشرے سے ختم ہو جاتی ہے:

(الف) غربت (ب) بدسلوکی (ج) بدانتظامی (د) فضول خرچی

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) کوئی سے چار مصارف زکوٰۃ تحریر کریں۔

(ii) سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کا نصاب تحریر کریں۔

(iii) عاملینِ زکوٰۃ کی ذمہ داریاں بیان کریں

(iv) اسلام کا نظامِ زکوٰۃ طبقاتی نظام کے خاتمے کا کیسے ضامن ہے؟

(v) اگر دس (10) تولے سونے کی قیمت تیس (30) لاکھ ہو تو اس پر کتنی زکوٰۃ ہوگی؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- زکوٰۃ کے احکام و مسائل اور معاشرتی اثرات پر نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ اپنے گھر والوں، بزرگوں یا علمائے کرام کی مدد سے زکوٰۃ کا حساب کریں۔
- زکوٰۃ کے علاوہ فقرا و مساکین کی مدد کرنے کے دیگر طریقے اپنی نوٹ بک میں لکھیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی حکمتیں تلاش کریں اور کمرا جماعت میں ساتھیوں کو بتائیں۔
- زکوٰۃ و صدقات، غربت ختم کرنے اور معاشی توازن قائم کرنے میں کیسے مددگار ثابت ہوتے ہیں؟۔ اس موضوع پر تحقیق کر کے کمرا جماعت میں مباحثے کا اہتمام کریں۔

(ج) فلسفہ صَوم

حاصلاتِ تعلُّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- مختلف مذاہب میں روزے کا فلسفہ، اسلام میں روزے کی فرضیت، فضیلت، احکام و مسائل (ادا، قضا، کفارہ اور فدیہ) اور اقسام سمجھ سکیں۔
- رمضان المبارک میں کیے جانے والے مسنون اعمال مثلاً قیام اللیل، کثرتِ صدقات، تلاوتِ قرآن مجید، مسنون دعائیں، اعتکاف، شبِ قدر اور فطرانہ کی حکمتوں سے آگاہ ہو سکیں۔
- عملی زندگی پر روزے کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- آداب کے ساتھ روزہ رکھ کر تقویٰ اور صبر جیسی صفات اپنانے والے بن سکیں۔
- رمضان المبارک کے مسنون اعمال (تلاوتِ قرآن، اعتکاف، صدقہ و خیرات اور فطرانہ) وغیرہ کا اہتمام کرنے والے بن سکیں۔

روزے کا مفہوم

قرآنِ مجید میں روزے کو صوم کہا گیا ہے ہیں۔ صوم کا معنٰی ہے: رُک جانا۔ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور بعض دوسری جائز خواہشات سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روکے رکھنا، روزہ کہلاتا ہے۔

روزے کی فرضیت و اہمیت

روزہ اسلام کا اہم رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان المبارک کے روزے فرض فرمائے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿183﴾ (سُوْرَةُ الْبَقَرَة: 183)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم (نافرمانی سے) بچ سکو۔"

احادیث مبارکہ میں بھی رمضان شریف کے روزوں کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے: جس کسی نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (برائیوں سے اجتناب) کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری: 1901)

قرآنِ مجید میں یہ بات واضح انداز میں بیان کی گئی ہے کہ روزے پچھلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ اب بھی مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ روزہ رکھتے ہیں، اگرچہ ان کے روزوں کی نوعیت اور وقت مسلمانوں کے روزوں سے مختلف ہے۔

روزے کے احکام و مسائل

رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل، بالغ، صحت منداور مقیم مسلمان پر فرض ہیں۔ اگر کوئی مریض یا مسافر ہونے کی وجہ سے رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو وہ بعد میں اس روزے کی قضا کرے گا۔ جو مسلمان اتنا بیمار ہو کہ اس کے کبھی بھی تن درست ہونے کی امید نہ ہو اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں، البتہ وہ ہر روزے کا فدیہ دے گا۔ روزے کا فدیہ ایک مسکین کو دو وقت یعنی صبح شام کا کھانا کھلانا ہے۔

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑ دے تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں، کفارے میں اس پر مسلسل ساٹھ روزے رکھنا اور قضا کے طور پر مزید ایک روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اگر درمیان میں ایک روزہ بھی رہ جائے تو از سرِ نو روزے رکھنا لازم ہوں گے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو فدیہ دے گا۔ ایک مسکین کو ساٹھ دن صدقۂ فطر کے برابر غلہ وغیرہ دیتا رہے یا ایک ہی دن ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو صدقۂ فطر کی مقدار دے دے، دونوں طرح جائز ہیں۔ صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا قیمت دینے کے بجائے اگر ساٹھ مسکینوں کو ایک دن صبح و شام یا ایک مسکین کو ساٹھ دن صبح و شام کھانا کھلا دے۔

روزے کی اقسام

روزے کی تین قسمیں ہیں:

- فرضِ معیّن: جو روزہ لازم ہو اور اس کو ادا کرنے کا وقت متعین ہو جیسے رمضان کا روزہ اور نذرِ معیّن کا روزہ
- فرضِ غیر معیّن: جو روزہ لازم ہو اور اس کو ادا کرنے کا وقت متعین نہ ہو جیسے کفارے کا روزہ، قضا کا روزہ اور نذرِ غیر معیّن کا روزہ
- نفلی روزہ: نو ذوالحجہ یعنی یومِ عرفہ کا روزہ اور نویں و دسویں محرم الحرام کا روزہ۔

رمضان المبارک کے مسنون اعمال

اسلامی مہینوں میں فضیلت والا مہینا رمضان کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے میں نیکیوں کے ثواب کو ستر (70) گنا تک بڑھا دیتا ہے۔ رمضان المبارک انتہائی فضیلت والا مہینا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینا آیا تو میں نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں لیلۃ القدر کو پا لوں تو اس میں کیا دعا کروں؟ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا، یہ دعا کیجیے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (جامع ترمذی: 3513)

ترجمہ: ”اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما دے۔“

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح ادا کی جاتی ہے، جس میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے۔ تراویح کو ”قیام اللیل“ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور رمضان المبارک کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا مسنون عمل ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم رمضان المبارک میں قرآنِ مجید کی تلاوت کا کثرت سے اہتمام فرمایا کرتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ آخری رمضان المبارک میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دو

مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سے دور فرمایا تھا۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یوں تو پورا سال ہی رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے تھے، لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عبادت کا غیر معمولی اہتمام فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوجانے کی تلقین فرماتے تھے۔

رمضان المبارک کے آخری دس دن مسجد میں اعتکاف کرنا نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سنّت ہے۔ ان دنوں میں شبِ قدر بھی تلاش کرنی چاہیے۔ شبِ قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ یہ بہت ہی خیر و برکت والی رات ہے، قرآن مجید میں شبِ قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر رات قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿3﴾ (سُوْرَةُ الْقَدْر: 3)

ترجمہ: ”شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔“

رمضان المبارک مکمل ہونے پر عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ ہر صاحب نصاب مسلمان پر اپنے اور اپنے نابالغ بچوں کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ صدقہ فطر رمضان کی تکمیل کا شکرانہ ہے۔ اس کی وجہ سے نادار لوگ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوجاتے ہیں۔

عملی زندگی میں روزے کے اثرات

روزہ رکھنے سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور یہ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور نیکی کی طرف راغب کرتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ گناہوں کے مقابلے میں ڈھال ہے۔ (صحیح بخاری: 7492)

رمضان المبارک صلح کا مہینا ہے، اس میں جھگڑوں سے بچنے کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔ (صحیح بخاری: 1894)

اس پاکیزہ مہینے میں جب امیر و غریب، آقا و غلام، حاکم و محکوم مسلسل ایک ماہ تک روزے رکھتے ہیں تو اُن میں برابری اور مساوات کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ایک ہی وقت میں سحر و افطار سے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور غریب و امیر کا فرق مٹنے لگتا ہے۔ روزہ دار جب سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو افطاری کے وقت اسے سادہ سے سادہ چیز بھی انتہائی لذیذ محسوس ہوتی ہے، اس سے روزے دار میں سادگی اور قناعت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ روزے دار کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ روزہ رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور انسان کی صحت بھی درست رہتی ہے۔

مقررہ وقت پر سحر و افطار کا اہتمام روزے دار کو وقت کا پابند بناتا ہے۔ وقت کے بارے میں یہ احتیاط ہماری زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ ایک ماہ کی یہ مشق روزے دار کو اس بات کا عادی بنادیتی ہے کہ وہ اپنی بقیہ زندگی کے اُمور بھی وقت پر انجام دے۔

ساری دنیا کے طبیب اس بات پر متفق ہیں کہ معدہ کا ہر وقت بھرا رہنا بہت سی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ روزے میں جب انسان کا معدہ خالی ہوتا ہے تو انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ جسم کے اعضا میں قوتِ مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی جسم فاضل رطوبتوں اور فاسد مادوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

روزہ تربیت کا بہترین نظام ہے۔ اس میں اخلاق وعادات کی اصلاح کے تمام پہلو موجود ہیں۔ طلبہ کے لیے روزے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیوں کہ ذہانت اور حافظے کا تعلق انسان کی خوراک کے توازن اور اس کے معدے کی درستی کے ساتھ بھی ہے۔ روزہ نظامِ ہضم کی درستی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گویا روزے سے ہمارا جسم صحت مند رہتا ہے اور ہماری روح بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

ہمیں رمضان المبارک کے روزوں کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ہم روحانی وجسمانی بیماریوں سے نجات حاصل کرسکیں اور دنیاو آخرت میں کامیابی حاصل کرسکیں۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) روزے کو عربی میں کہتے ہیں:

(الف) صلوٰۃ (ب) صحت (ج) صوم (د) سوم

(ii) جس روزے کو ادا کرنا لازم ہو اور اس کا وقت مقرر ہو اس کو کہتے ہیں:

(الف) فرضِ معیّن (ب) فرضِ غیر معیّن (ج) مباح (د) نفلی

(iii) صاحبِ نصاب مسلمان پر عیدالفطر کی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے:

(الف) صدقۂ فطر (ب) فدیہ (ج) کفارہ (د) زکوٰۃ

(iv) جان بوجھ کر رمضان المبارک کا روزہ توڑنے والے شخص پر لازم ہے:

(الف) قضا (ب) کفارہ (ج) قضا اور کفارہ دونوں (د) فدیہ

(v) مقررہ وقت پر سحر و افطار سے انسان کو درس ملتا ہے:

(الف) نظم وضبط کا (ب) عفوو درگزر کا (ج) استقامت کا (د) سخاوت کا

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) صوم (روزے) کا معنی ومفہوم تحریر کریں۔
(ii) روزے کا فدیہ تحریر کریں۔
(iii) رمضان المبارک کے روزے کو فرضِ معیّن روزہ کیوں کہا جاتا ہے؟
(iv) ماہِ رمضان کے دو مسنون عمل تحریر کریں۔
(v) روزے کے انسانی صحت پر کوئی سے دو اثرات تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔
- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صوم (روزے) پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ واساتذہ کرام

- روزے کے احکام ومسائل (مفسدات، مکروہات) کی تفصیل اپنے والدین سے اور مساجد وغیرہ میں جا کر سیکھیں۔
- روزے سے تقویٰ کا حصول کیسے ہوتا ہے؟ اس موضوع پر مذاکرے کا اہتمام کریں۔
- دیگر مذاہب میں روزے کے تصور کے بارے میں معلومات مستند ذرائع سے حاصل کریں۔

(د) فلسفہ حج و قربانی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حج کی فرضیت، حکمت اور فلسفے کو سمجھ سکیں۔
- حج کے احکام و مسائل (شرائط، مناسک، اقسام وغیرہ) جان سکیں۔
- قربانی کے فضائل، احکام اور مسائل سمجھ سکیں۔
- حرمین شریفین کی حاضری کے آداب اور عملی زندگی پر حج کے انفرادی و اجتماعی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں آداب کے ساتھ حج اور قربانی کرنے والے بن سکیں۔
- فلسفہ حج کو سمجھتے ہوئے اجتماعیت کی روح کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

اسلام کے نظامِ عبادات میں نماز روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ حج بھی ایک اہم اور جامع عبادت ہے۔ حج کے لغوی معنیٰ ''ارادہ کرنا'' کے ہیں۔ اصطلاح میں صاحبِ استطاعت مسلمان کا ایامِ حج میں مناسکِ حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرنا حج کہلاتا ہے۔

حج کی فرضیت، حکمت اور فلسفہ

حج کی فرضیت کا حکم ہجرت کے نویں سال نازل ہوا۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایک حج اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿97﴾ (سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن: 97)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو کوئی بھی اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس کسی نے کفر کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ جہان (والوں) سے بے نیاز ہے۔''

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حجِ مبرور (مقبول حج) کی جزا جنّت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش اور بے ہودہ بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی گناہ کا کام کیا تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (جامع ترمذی: 933)

حج ایک ایسی جامع عبادت ہے جو بیک وقت روحانی، بدنی اور مالی عبادات پر مشتمل ہے حج کے مناسک میں احرام باندھنا، منیٰ جانا، وقوفِ عرفات، مزدلفہ میں قیام، جمرات کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، حلق کرنا، طواف اور سعی کرنا شامل ہے۔

مرد اور عورت پر حج لازم ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، تن درست ہو اور اتنے مال کا مالک ہو کہ حج کے زادِ راہ کے علاوہ اس کے پاس اہلِ خانہ کی گزر بسر کے لیے مناسب رقم موجود ہو۔ مرد کے لیے دو بغیر سِلی سفید چادروں کا لباس (احرام)

پہننا بھی حج کی شرائط میں شامل ہے۔

حج کے مناسک سے مراد حج میں کیے جانے والے اعمال ہیں اور یہ مناسک آٹھ (8) ذوالحجہ "یوم الترویہ" سے شروع ہو کر تیرہ (13) ذوالحجہ کو اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ آدابِ حج میں یہ بات شامل ہے کہ ہر قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں، گالی گلوچ، اور جھگڑے سے اجتناب کیا جائے اور بعض حلال امور جیسے شکار اور تعلقِ زوجیت سے بھی منع کیا گیا ہے۔

احکام و مسائل

جو شخص مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی بھی ملک سے حج کرنے جاتا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھ کر حرم کی حدود میں داخل ہو۔ میقات سے مراد خانہ کعبہ کے چاروں سمتوں میں موجود وہ مقامات ہیں جہاں سے احرام باندھے بغیر حرم کی حدود میں داخل ہونا منع ہے۔ پاکستان سے جانے والے لوگوں کا میقات "یلملم" ہے جو خانہ کعبہ سے ایک سو اٹھائیس (128) کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔

پاکستان سے جانے والے مسلمان اگر پہلے مکہ جائیں تو انھیں جہاز کے میقات کی حدود کے اندر داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لینا چاہیے، جس کے لیے گھر سے، ہوائی اڈے سے یا جہاز میں (میقات سے پہلے) باندھنا چاہیے۔ پاکستان سے مدینہ منورہ جانے کی صورت میں احرام نہیں باندھا جائے گا۔

حج کرنے والا شخص اگر مکہ مکرمہ کا رہائشی ہے تو وہ چوں کہ احرام کی پابندیوں سے پہلے ہی آزاد ہے، اس لیے وہ آٹھ (8) ذوالحجہ کو صرف حج کی نیت سے احرام باندھ کر مناسکِ حج ادا کرتا ہے اس لیے اس کو مُفرِد یعنی صرف حج کرنے والا کہا جاتا ہے اور حج کی اس قسم کو، حج افراد، کہا جاتا ہے۔ "حج قران" سے مراد ہے کہ عمرہ کے لیے احرام باندھا جائے اور عمرہ کر کے احرام کھولے بغیر ہی حج کے دنوں میں ارکانِ حج کو ادا کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص میقات سے یہ نیت کر کے احرام باندھتا ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام اتارے گا اور 8 ذوالحجہ کو حج کے مناسک کی ادائی کے لیے دوبارہ احرام باندھے گا تو اس کو "حج تمتع" کہتے ہیں اور اگر عمرہ اور حج دونوں کی اکٹھی نیت کرتا ہے تو اس کو "حج قران" کہا جاتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حج قران ادا فرمایا اور یہ حج فضیلت والا ہوتا ہے۔

عازمین حج آٹھ (8) ذوالحجہ (یوم الترویہ) کو فجر کی نماز کے بعد احرام باندھ کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور حج کی نیت کرتے ہیں اور تلبیہ کے درج ذیل الفاظ بآوازِ بلند ادا کرتے ہیں:

لَبَّيْكَ. اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ. لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ. إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ. لَا شَرِيْكَ لَكَ

ترجمہ: "حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تیرے ہی لیے تعریفیں ہیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔"

اس کے بعد منیٰ کے میدان کی طرف نکل جاتے ہیں، منیٰ مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اگلے دن فجر کی نماز پڑھ کر حاجی وہاں سے میدانِ عرفات جاتے ہیں، جہاں حج کا مرکزی رکن وقوفِ عرفہ ادا کرتے ہیں، وقوفِ عرفہ کا معنیٰ "عرفات کے میدان

میں ٹھہرنا'' ہے، جہاں حج کا خطبہ سنا جاتا ہے، ظہر اور عصر کی نماز ادا کی جاتی ہے اور مغرب کا وقت شروع ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہوتے ہیں۔ وہاں رات کو پہنچ کر مغرب اور عشاء اکٹھی ادا کرتے ہیں، مزدلفہ کے میدان سے جمرات کو مارنے کے لیے کنکریاں چنتے ہیں اور فجر کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے کا انتظار کیے بغیر منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ وہاں تین جمرات میں سے آخری جمرہ جس کو ''جمرہ عقبہ'' کہتے ہیں، سات کنکریاں مار کر قربانی کر کے حلق یا قصر کرواتے ہیں۔

حلق کا مطلب سر منڈوانا اور قصر کا مطلب بال چھوٹے کروانا ہے پھر حاجی احرام اتار کر غسل وغیرہ کر کے اپنا روزمرہ کا لباس پہن سکتے ہیں۔ بارہ (12) ذوالحجہ کی مغرب تک حاجی تین راتیں منیٰ میں ہی گزارتے ہیں اور ہر روز تین جمرات کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ اسی دوران کسی بھی وقت حرمِ کعبہ جا کر طواف اور صفا و مروہ کے مقام پر سعی کر لیں تو حج مکمل ہو جاتا ہے۔ اس طواف کو ''طواف زیارت'' کہتے ہیں۔ اگر کوئی 12 ذوالحجہ کو مغرب تک منیٰ سے روانہ نہ ہو سکے تو اسے تیرہ (13) ذوالحجہ کو بھی رمی (کنکریاں مارنا) کرنا ہوگی۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو ''حرمین'' کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ''دو عزت والی جگہیں'' ہے جو لوگ حج اور عمرہ کے لیے جاتے ہیں، وہ مدینہ منورہ میں روضہء رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر حاضری دیتے ہیں اور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ مسجدِ نبوی خصوصاً ریاض الجنہ میں نوافل ادا کرتے ہیں۔ مسجدِ نبوی کے سامنے تاریخی قبرستان ''بقیع غرقد'' جس کو عرفِ عام میں جنت البقیع کہا جاتا ہے اس میں مدفون اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مشاہیرِ اسلام کی قبور پر حاضری دیتے ہیں۔

حج عالمِ اسلام کے اتحاد اور مساوات کا مظہر ہے۔ حج کے موقع پر امیر و غریب کا فرق مٹ جاتا ہے، دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان اخوت و بھائی چارے اور اتفاق و اتحاد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ حج کے موقع پر مسلمانوں میں آپس کے تعلقات، سیاست، تجارت، دفاع، تعلیم اور دیگر شعبوں میں تعاون اور ہم آہنگی کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ یہ بات حج کے آداب میں شامل ہے کہ تمام حجاج کرام، لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ، فتنہ و فساد اور بے پردگی سے اجتناب کریں۔

قُربانی

قربانی سے مراد اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لیے عیدالاضحیٰ کے دنوں میں مخصوص جانور کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق ذبح کرنا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی سے زیادہ فضیلت والا کوئی عمل نہیں ہے۔ یہ دن سال کا افضل ترین دن شمار ہوتا ہے۔ قربانی نہ کرنے پر احادیثِ مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے:

جس شخص کو قربانی کی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: 3123)

عید کی نماز سے پہلے قربانی نہیں کی جا سکتی، اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے جانور ذبح نہ کر سکتا ہو تو کوئی دوسرا مسلمان اس کی جگہ جانور ذبح کر سکتا ہے مگر اجازت ضروری ہے۔

قربانی کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا جائے اور اس بات کا عہد کیا جائے کہ

اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) مناسکِ حج میں سے ہے:

(الف) احرام باندھنا (ب) غسل کرنا (ج) وضو کرنا (د) خوش بو لگانا

(ii) حدودِ حرم کا وہ مقام جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے، کہلاتا ہے:

(الف) میقات (ب) عرفات (ج) مشعرِ حرام (د) مزدلفہ

(iii) وہ حج جس میں حج اور عمرہ کے لیے اکٹھے احرام باندھا جاتا ہے، کہلاتا ہے:

(الف) حجِ قران (ب) حجِ تمتع (ج) حجِ مبرور (د) حجِ اکبر

(iv) حج کا رکنِ اعظم ہے:

(الف) وقوفِ عرفات (ب) احرام باندھنا (ج) طواف کرنا (د) سعی کرنا

(v) عید الاضحیٰ کے دن کا سب سے افضل عمل ہے:

(الف) لوگوں سے عید ملنا (ب) صاف ستھرے کپڑے پہننا (ج) غسل کرنا (د) قربانی کرنا

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) حج کی فرضیت بیان کریں۔
(ii) کوئی سے چار مناسک حج تحریر کریں۔
(iii) حج کی شرائط تحریر کریں۔
(iv) قربانی کا فلسفہ بیان کریں۔
(v) حج اُمتِ مسلمہ میں اجتماعیت کے فروغ کا کیسے سبب بنتا ہے؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- حج و قربانی کے احکام و مسائل پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- حج کے احکام و مسائل (مفسدات، مکروہات) کی تفصیلات اپنے والدین اور مساجد وغیرہ سے سیکھیں۔
- حج اور قربانی کے فلسفہ پر کمرا جماعت میں مباحثہ کا اہتمام کریں۔
- احرام باندھنے کی اور تلبیہ کہنے کی عملی مشق کریں۔
- حج کے درج ذیل مناسک کو ترتیب زمانی کے اعتبار سے لکھیں۔

تلبیہ	میقات / احرام باندھنا	رمی جمرات	حلق یا قصر
طوافِ زیارت	ھدی (قربانی)	وقوف عرفات	طواف وداع

باب سوم

سیرتِ طیبہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

(الف) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بطور مثالی سربراہِ خاندان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے بطور مثالی سربراہ خاندان (تعلیمی اور تربیتی) کردار کے متعلق جان سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے بطور سربراہ خاندان مختلف افراد (بزرگوں، ازواج، اولاد، بہن بھائیوں و دیگر اراکینِ خاندان) سے حسنِ تعامل کو سمجھ سکیں۔
- سیرت النبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں پر عمل کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے سربراہ خاندان کی عملی مثالیں جان کر انھیں اپنی عملی زندگی میں شامل کرتے ہوئے معاشرے اور خاندان کے استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں کو خوش اُسلوبی سے ادا کرنے کے ثمرات حاصل کر کے دنیوی راحت اور اخروی سعادت حاصل کر سکیں۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے انسانی زندگی کے لیے جو کامل ترین اسوہ اور نمونہ ملتا ہے اس کا ایک پہلو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی خاندانی زندگی ہے۔ بطور سربراہ خاندان، نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا کردار مثالی ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے کردار میں ایسا اخلاقی نظم و ضبط موجود ہے جو انسانی احساسات اور جذبات کو متوازن رکھتا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے خاندان کے مختلف رشتوں اور تعلقات کو نبھانے میں محبت و شفقت کے ساتھ تعلیمی و تربیتی ذمہ داریوں کو بہ طریقِ احسن پورا فرمایا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اہل و عیال بالخصوص بچوں کی تعلیم و تربیت کا نہ صرف حکم ارشاد فرمایا بلکہ اپنے اُسوۂ حسنہ سے مثالی کردار فراہم کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے عمر میں کافی چھوٹے تھے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ان کو بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھنا سکھایا اور ان کی تربیت فرمائی کہ زندگی میں جب بھی کچھ سوال کرنے کی نوبت آئے تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا، اور زندگی میں جب بھی مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بچوں کو معاشرتی آداب سکھاتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اپنے سوتیلے بیٹے سیدنا عمر بن ابی سلمہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بچے! کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرو، اپنے دائیں ہاتھ اور سامنے سے کھایا کرو۔ ایک مرتبہ حضرت حسن رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کو دیکھا کہ

انھوں نے صدقہ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منھ میں ڈال لی۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فوراً ان کے منھ سے وہ کھجور نکال دی اور فرمایا کہ تمھیں پتا نہیں کہ ہم اہلِ بیت صدقہ نہیں کھاتے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنے چچاؤں، پھوپھیوں اور خاندان کے دیگر بزرگوں کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے۔ (سنن ابی داود:4843)

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کی وفات کے سال کو "عام الحزن" قرار دیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ اکثر ان کی بھلائیوں کو یاد فرماتے تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے پر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روتے دیکھا تو بے اختیار آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی پھوپھی کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی نصیحت فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد جناب ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: "آپ نے انھیں کیوں تکلیف دی، آپ انھیں گھر ہی میں رہنے دیتے میں خود وہاں آ جاتا۔"

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ بے مثال حسنِ سلوک فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرماتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ (جامع ترمذی:3895)

ترجمہ: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔"

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ انتہائی مشفقانہ برتاؤ فرماتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر روز تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے ہر ایک کی ضرورت معلوم فرماتے اور اسے پورا فرماتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہمیشہ تمام بیویوں میں عدل فرماتے۔ سفر پر جانا ہوتا تو ازواجِ مطہرات کے مابین قرعہ اندازی فرماتے اور جن کا نام نکلتا انھیں ساتھ لے جاتے۔ سبھی کی دل جوئی فرماتے، ہمیشہ حسنِ سلوک فرماتے اور ان کی ضروریات مساویانہ انداز میں پوری فرماتے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی بیٹیوں کے ساتھ بھی انتہائی محبت اور شفقت کا برتاؤ فرماتے۔ رسالت کی ذمہ داریوں کے باوجود اپنی بیٹیوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ ان کی شادی کے بعد بھی ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملاقات کے لیے حاضر ہوتیں تو انتہائی شفقت کا برتاؤ فرماتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اٹھ کر ان کی طرف بڑھتے، انھیں بوسہ دیتے، اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتیں، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں (جامع ترمذی:3872)۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش پر ان کے شوہر کو امان بخشی۔ غزوہ بدر کے موقع پر اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لیے ان کے شوہر

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا اور واپسی پر نہ صرف ان کو بدری صحابہ میں شامل کیا بلکہ ان کو مالِ غنیمت میں سے بھی حصہ عطا فرمایا۔

آپ خاتم النبیین ﷺ کے حقیقی بیٹے تو بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ البتہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے منھ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر شفقت اور محبت سے نوازا کہ انھوں نے اپنے حقیقی والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بچپن بھی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تربیت میں گزرا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ان کے ساتھ بھی کمال شفقت اور محبت کا برتاؤ فرماتے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز کی حالت میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی گود میں آ کر بیٹھ جاتیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ تمام بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ فرماتے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سفارش پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کے قبیلے کے قیدیوں کو رہا فرمایا۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی سیدہ شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ خاتم النبیین ﷺ کی رضاعی بہن تھیں آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے انتہائی اکرام کا مظاہرہ فرمایا، ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور ادب واحترام کا برتاؤ فرمایا۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی ان مثالوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بھی اپنے خاندان کے مختلف رشتوں کے حقوق کا پاس رکھنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف خاندانی رشتے مضبوط ہوتے ہیں بلکہ صلہ رحمی کا اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور صلہ رحمی ایسا عمل ہے جس کے بارے میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (صحیح بخاری: 5985)

ترجمہ: ”جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔“

ہمیں سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو پر عمل کرتے ہوئے خاندانی رشتوں کا احترام کرنا چاہیے اور خاندانی رشتوں کو مضبوط کرنا چاہیے تاکہ ہمارا خاندانی نظام مستحکم ہو اور ہم دنیا اور آخرت کے فوائد حاصل کر سکیں۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نصیحت فرمائی:

(الف) صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی　　(ب) اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی

(ج) غریبوں کا خیال رکھنے کی　　(د) ہمسایوں کا خیال رکھنے کی

(ii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت فرمائی:

(الف) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی (ب) اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کی

(ج) کسی سے سوال نہ کرنے کی (د) بزرگوں کا احترام کرنے کی

(iii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کی وفات کے سال کو قرار دیا:

(الف) عام الحزن (ب) عام الھم (ج) عام الفیل (د) عام الھجرۃ

(iv) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کی کھجور کھانے سے منع فرمایا:

(الف) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (ب) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو

(ج) حضرت عمر بن ابی سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (د) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

(v) غزوۂ بدر میں شمولیت کے بغیر بھی بدری صحابی کا درجہ دیا گیا:

(الف) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

(ج) حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (د) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیسے تربیت فرمائی؟

(ii) فرمانِ نبوی کی روشنی میں کھانے کے دو آداب تحریر کریں۔

(iii) خاندان کے سربراہ کے لیے سیرتِ طیبہ میں کیا عملی راہ نمائی ہے؟

(iv) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اولاد کے ساتھ محبت کا کوئی ایک واقعہ تحریر کریں۔

(v) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیسا سلوک کیا؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- سربراہِ خاندان کی حیثیت سے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثالی کردار پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے سربراہِ خاندان کے حسنِ معاملات کے چند ایسے واقعات طلبہ کو سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روز مرہ زندگی میں سربراہِ خاندان کی ایسی دس خوبیوں کی فہرست بنائیں جن کو اپنا کر ایک مثالی خاندان کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔
- طلبہ درج ذیل میں سے سربراہِ خاندان کے درست رویوں کی نشان دہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان رویوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

☆ مشاورت ☆ بے جا سختی ☆ نگرانی ☆ بے جا تنقید ☆ حوصلہ افزائی ☆ اظہارِ رائے کی آزادی

- سربراہِ خاندان کی ذمہ داریوں میں سے پانچ ایسی ذمہ داریوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

☆ بلوں کی ادائیگی ☆ پودوں کی دیکھ بھال ☆ سودا سلف کی خریداری ☆ باورچی خانہ کی دیکھ بھال
☆ گھر کی صفائی ☆ تنازعات کا حل ☆ مشاورت ☆ ہجوم والی جگہوں پر افرادِ خانہ کی نگرانی

(ب) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بطور مثالی سربراہِ ریاست

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں سربراہِ ریاست کے اوصاف اور کردار کی عملی مثالیں جان سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بطور سربراہِ ریاست نبوی منہج (امر بالمعروف ونھی عن المنکر، امن و امان، جہاد فی سبیل اللہ، ترقی، استحکام اور بین الاقوامی تعلقات) کے بارے میں شعور حاصل کر سکیں۔
- ریاستِ مدینہ کے تناظر میں سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے نظم و نسق کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں سربراہِ ریاست کی ذمہ داریوں کی ادائی کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے سربراہِ ریاست کی عملی مثالوں کو بوقتِ ضرورت اپنے کردار کا حصہ بنا سکیں۔
- سربراہِ ریاست کے نمایاں اوصاف کو مختلف سربراہی حیثیتوں میں عملی طور پر اپنا کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔

زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح سربراہِ حکومت کے طور پر بھی نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی مبارک زندگی ایک مثالی نمونہ ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ریاستِ مدینہ کی بنیاد رکھی اور پھر اس ریاست کی مضبوطی، پھیلاؤ، داخلی و خارجی امن اور شہریوں کی بھلائی کے لیے جو حکمتِ عملی ترتیب دی وہ تمام حکمرانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حکمتِ عملی کا ستون اس بنیاد پر قائم تھا کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔

ریاستِ مدینہ کے قیام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر مبنی نظام کا قیام تھا۔ میثاقِ مدینہ، مواخاتِ مدینہ اور مسجدِ نبوی کی تعمیر وہ ابتدائی اقدامات تھے جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس ریاست کی بنیاد کے لیے اٹھائے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مواخاتِ مدینہ کے ذریعے سے مسلمانوں کو آپس میں متحد کیا اور سب سے پہلے تحریری معاہدے میثاقِ مدینہ کے ذریعے سے مدینہ منورہ میں بسنے والے یہودیوں کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا گیا، جس کی وجہ سے مدینہ منورہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا۔ ریاستی امور کی انجام دہی کے لیے مسجدِ نبوی کو مرکزی حیثیت دی گئی۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جس تدبر و فراست کے ساتھ ریاستِ مدینہ کا انتظام چلایا وہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مثالی سربراہِ ریاست کا بہترین عکاس ہے۔ داخلی امور میں حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے امن و امان، استحکام، ترقی اور اخلاقی تربیت کی طرف خصوصی توجہ رکھی، جب کہ خارجی امور میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دشمنانِ اسلام سے باخبر رہنے اور مدینہ منورہ کا دفاع مضبوط بنانے، دوسری ریاستوں کو اسلام کی دعوت دینے اور ان سے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش فرمائی۔ مثالی سربراہِ ریاست کی حیثیت سے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حکمتِ عملی کے بنیادی عناصر درج ذیل ہیں:

۱۔ اشاعتِ اسلام

حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ریاستی حکمتِ عملی میں سب سے زیادہ اہمیت اسلام کی اشاعت، دین کی تبلیغ اور امر بالمعروف ونھی عن المنکر کو حاصل تھی۔ مسلم ریاست میں دینی تعلیم و تبلیغ کا ایک مربوط انتظام تھا جو اسلامی حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تدریس پر مامور فرمایا۔ صُفہ ایک باقاعدہ درس گاہ تھی جہاں پر تعلیم و تربیت کا مستقل انتظام تھا۔ یہاں سے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مختلف قبائل میں اشاعتِ اسلام اور دینی تعلیم و تربیت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روانہ فرمایا کرتے تھے۔

۲۔ احترامِ انسانیت

مدینہ منورہ میں قائم مثالی ریاست کا ایک اہم پہلو احترامِ انسانیت تھا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے معاشرتی امن کے قیام کے لیے تشدد سے منع فرمایا اور ایک دوسرے کا احترام کرنے کا درس دیا۔

نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: ”مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔“ (شعب الایمان: 2528)

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اسلامی ریاست میں بسنے والے کسی غیر مسلم پر ظلم کیا، یا اس کا حق مارا، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو میں قیامت کے دن اس مسلمان کے خلاف غیر مسلم کے حق میں وکیل بنوں گا۔“ (سنن ابی داؤد: 3052)

۳۔ ریاستِ مدینہ کا نظم و نسق

اسلامی ریاست کو خلفشار اور انتشار سے بچانے اور اس کے استحکام کے لیے حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسلسل تدابیر فرمائیں۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مواخاتِ مدینہ اور میثاقِ مدینہ کے ذریعے سے مدینہ منورہ کو اندرونی اور بیرونی طور پر مستحکم فرمایا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص، خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ یا مضافات میں آ بسے، تاکہ آبادی بڑھنے سے فوجی و سیاسی پوزیشن مضبوط ہو۔ اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کی فوجی قوت میں اضافہ ہوا اور نومسلموں کی تعلیم و تربیت کی راہ ہموار ہوئی۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ریاست کے مختلف امور انجام دینے کے لیے چند شعبے بھی قائم فرمائے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مختلف معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے انتظامی اُمور کی انجام دہی اور فروغِ دین کے لیے مختلف علاقوں میں گورنر مقرر فرمائے۔ اس ضمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجے جانے کا واقعہ مشہور ہے۔

سرکاری کام کرنے والوں کے لیے حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تنخواہوں کا نظام جاری فرمایا، لیکن انھیں صرف اتنی تنخواہ ملتی تھی جس سے ان کی ضرورت پوری ہوسکے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جس شخص کو بھی کوئی عہدہ، منصب، ذمہ داری یا اقتدار سونپا گیا ہے، یہ اس کے لیے ایک اعزاز سے زیادہ ذمہ داری کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری: 893)

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی ریاست کے چاروں طرف ایسے لوگ آباد تھے جو اس ریاست سے کھلی دشمنی یا ناپسندیدگی کے جذبات رکھتے تھے۔ دشمن کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے سُراغ رسانی کا ایک نظام مرتب کیا، جس کے ذریعے سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم دشمنوں کے احوال، ارادوں اور منصوبوں سے آگاہ رہتے تھے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دشمنانِ اسلام کے ریاست مدینہ کے خلاف ناپاک عزائم ناکام بنانے کے لیے مختلف تدابیر اختیار فرمائیں۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے شام جانے والی تجارتی شاہراہ کی ناکہ بندی فرمائی جس سے قریش کی معاشی قوت کمزور ہوگئی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے متعدد قبائل کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار کیے تاکہ مسلمانوں کے دوست زیادہ ہوں اور ان کی پوزیشن مستحکم ہو۔ صلحِ حدیبیہ کو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خارجہ پالیسی کا شاہ کار کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خارجہ پالیسی کا اہم اصول دعوتِ اسلام کا فروغ تھا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسلامی دعوت کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے۔ ان خطوط کے ذریعے سے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی دعوت رُوئے زمین کے بہت سے بادشاہوں تک پہنچا دی۔ جن بادشاہوں نے اسلامی دعوت کو قبول کیا اللہ نے انھیں عزت بخشی اور جنھوں نے انکار کیا ان کا اقتدار زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ تمام علاقے مسلم ریاست کا حصہ بن گئے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) ریاستی امور کی انجام دہی کے لیے مرکزی حیثیت حاصل تھی:

(الف) صفہ کے چبوترے کو　　(ب) مسجدِ نبوی کو

(ج) دارِ ارقم کو　　(د) مسجدِ قُبا کو

(ii) ریاستِ مدینہ میں دین کی تعلیم کے لیے جو درس گاہ قائم کی گئی اس کا نام تھا:

(الف) دارِ ارقم　　(ب) دارالعلوم　　(ج) صفہ　　(د) دارالہجرۃ

(iii) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گورنر بنایا گیا:

(الف) ایران کا　　(ب) یمن کا　　(ج) مصر کا　　(د) شام کا

(iv) نبی کریم ﷺ کی خارجہ پالیسی کا شاہ کار ہے:

(الف) میثاقِ مدینہ (ب) مؤاخاتِ مدینہ (ج) صلح حدیبیہ (د) فتح مکہ

(v) مواخاتِ مدینہ کا سب سے اہم مقصد تھا:

(الف) مہاجرین کی آبادکاری (ب) مسلمانوں کی تعلیم و تربیت

(ج) بیرونی انتشار کا خاتمہ (د) امن و امان کا قیام

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) دشمنوں کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے کیا اقدامات فرمائے؟

(ii) مدینہ منورہ کے اردگرد آباد قبائل کے ساتھ معاہدوں کی وجہ سے اسلامی ریاست کو کیا فوائد حاصل ہوئے؟

(iii) ریاستِ مدینہ کے تعلیمی نظام کے بارے میں مختصر تحریر کریں۔

(iv) عہدِ نبوی میں سرکاری ملازمین کو بیت المال سے کتنی تنخواہ ملتی تھی؟

(v) نبی کریم ﷺ کی خارجہ پالیسی کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- سربراہِ ریاست کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ کے کارناموں پر روشنی ڈالیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- اساتذہ کرام طلبہ کو نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہِ ریاست کے چند عملی اقدامات کے واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- اسوۂ حسنہ کی روشنی میں سربراہِ خاندان کے ان اوصاف کی فہرست بنائیں جس کے نتیجے میں ایک مثالی فلاحی ریاست بن سکتی ہے۔
- نیچے دیے گئے سربراہِ ریاست کے رویوں میں سے درست اور غلط کی نشان دہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان رویوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

خوش اخلاقی	اپنی رائے مسلط کرنا	مشاورت	تکبر	لوگوں کی خبر گیری	اختیارات کا ناجائز استعمال

- سربراہِ ریاست کے رویوں میں سے پانچ ایسے رویوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں، نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ رویے کن افراد کے ساتھ اختیار کریں گے:

رویے	حوصلہ افزائی	عدل و انصاف کی فراہمی	یکساں مواقع کی فراہمی	مشاورت	محاسبہ	سزا	خیر خواہی	قانون کی پاسداری
افراد								

(ج) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بطور مثالی سپہ سالار

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں سپہ سالار کے اوصاف اور ذمہ داریوں سے واقف ہو سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی جہاد میں بطور سپہ سالار (امن و صلح کی ترجیح، مشاورت اور اعلائے کلمۃ اللہ) تعلیمات کو جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں آدابِ جہاد، مقتولین کے بارے میں احکام، قیدیوں اور مفتوحین کے ساتھ حسن سلوک کو جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں سپہ سالار کی ذمہ داریوں پر عمل کرنے کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے سپہ سالار کی ذمہ داریوں کی عملی مثالیں جان کر اسلام کے تصورِ جہاد اور دہشت گردی میں فرق کر سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بطور سپہ سالار خصوصیات کو بوقتِ ضرورت اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی بطور سپہ سالار خصوصیات کو روز مرہ زندگی میں اپنا کر معاشرے کے امن و امان اور استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی مبارک زندگی انسانی معاشرے کے ہر فرد کے لیے اسوۂ کامل کی حیثیت رکھتی ہے، کوئی طالب علم ہو یا استاد، تاجر ہو یا مزدور، حکمران ہو یا سپہ سالار نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اس کے لیے مکمل راہ نمائی موجود ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب جرنیل اور سپہ سالار کے تمام اوصاف اور خوبیاں موجود ہیں۔ بطور سپہ سالار آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے انتہائی کم افرادی قوت کے ساتھ بہت زیادہ کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی جنگی حکمت عملی بہترین اور بے مثال تھی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی فتوحات کا راز ایمان و تقویٰ، شجاعت و بہادری، بے مثال اعصابی و نفسیاتی قوت اور حربی مہارت میں پوشیدہ تھا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم شجاعت و بہادری کا بے مثال نمونہ تھے۔ غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں سخت ترین حالات کے باوجود آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم میدان میں ڈٹ کر دشمن کو للکارتے رہے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ایک بہترین منصوبہ ساز تھے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے انتہائی قلیل تعداد اور کم ترین وسائل کے ساتھ غزوہ بدر میں دشمن کو شکست فاش دی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر وسائل کی قلت کے باوجود اندرونی و بیرونی دشمنوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ انھیں ناکام واپسی پر مجبور کیا۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم جنگی رازوں کی اس طرح حفاظت فرماتے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے ارادوں اور منصوبوں کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم دشمن کو اطلاع ملنے سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ایسے جوہر شناس تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں موجود صلاحیتوں کے مطابق انھیں فرائض تفویض کرتے جنھیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بخوبی سرانجام دیتے۔ چناں چہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی عسکری زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم میں ایک کامیاب سپہ سالار کے تمام اوصاف موجود تھے۔ ایک جرنیل اور سپہ سالار کی ذمہ داری ہے کہ وہ دور اندیشی، تدبر اور بصیرت سے کام

لے کر بہترین منصوبہ بندی کرے۔ اسے جنگی فنون میں مہارت حاصل ہو، وہ قابل ترین افسروں کا تقرر کرے، فوج میں نظم وضبط کو یقینی بنائے ، سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کرے، ان سے ہمدردانہ تعلق کو اپنی ترجیح بنائے ، فوج کو جدید ترین ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی سے لیس کرے، اس کی مناسب تربیت کا اہتمام کرے، مستعد و چاک و چوبند رکھے اور لڑائی کے موقع پر جرأتِ ایمانی اور بہادری کا مظاہرہ کرے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بہت سے غزوات و سرایا پیش آئے جن میں بطور سپہ سالار تقریباً اٹھائیس (28) غزوات میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسلامی لشکر کی قیادت فرمائی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم امکانی حد تک لڑائی سے گریز فرماتے تھے اور امن کا راستہ تلاش کرتے تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد میثاقِ مدینہ، نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امن پسندی کا منھ بولتا ثبوت تھا۔

کفار کی طرف سے جنگوں کی ابتدا ہوئی تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنا دفاع کیا اور اقدامی لڑائی سے گریز کیا۔ جب جہاد کی اجازت مل گئی تو دین اسلام کی سربلندی کے لیے کوششیں تیز کر دی گئیں۔ اس میں ذاتی مفاد کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو صلح کر لو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (سورۃ الانفال: 61)

ترجمہ: ”اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم) بھی اس کی طرف مائل ہو جایئے اور اللہ ہی پر بھروسا رکھیے۔“

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں لڑائی اور صلح میں سے ہمیشہ صلح کو ترجیح دی۔ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو (1400) جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ساتھ تھے اور موت پر بھی بیعت کر چکے تھے لیکن آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے لڑائی کے بجائے دشمن کی شرائط پر صلح کر لی۔ مختصر یہ کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعلیم یہ تھی کہ جہاں تک ہو سکے لڑائی سے گریز کیا جائے لیکن اگر لڑائی ضروری ہو تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ڈٹ جانے، صبر کرنے اور جرأت و بہادری کے ساتھ مقابلے کا درس دیا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو تعلیم دی کہ:

دشمن کے ساتھ جنگ کی خواہش اور تمنا دل میں نہ رکھا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت کی دعا کیا کرو البتہ جب دشمن سے مقابلہ ہو ہی جائے تو پھر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو، یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (صحیح بخاری: 2966)

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے ایسی صورت حال ہوتی تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم صبر اور جرأت و بہادری کا مظاہرہ فرماتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت کرتے، ان کی آراء سنتے اور ان کی مشاورت سے مناسب اقدامات کرتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے غزوۂ احد کے موقع پر نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ فرمایا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو اہمیت دیتے ہوئے خندق کھود کر شہر کے اندر رہتے ہوئے دفاع کا فیصلہ کیا گیا۔

آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ لڑائی میں کسی عمر رسیدہ بزرگ، کم سن بچے اور کسی خاتون کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جنگی قیدیوں سے بُرا سلوک کرنے سے منع فرمایا، مقتولین کے اعضا کاٹنے سے روکا، جہاد کے لیے جاتے ہوئے راستہ بند کرنے کی بھی ممانعت فرمائی۔ کسی دشمن کو آگ میں جلانے سے منع فرمایا، لڑائی سے غیر متعلقہ لوگوں سے لڑائی نہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رات کی تاریکی میں دشمن پر حملہ کرنے، مذہبی راہنماؤں کو قتل کرنے، دیگر مذاہب کی پُرامن عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے اور سرسبز درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا۔

غزوۂ بدر کے موقع پر وہ لوگ قیدی بن کر آئے جنھوں نے تکالیف دے کر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھیوں کو ہجرت پر مجبور کیا تھا، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ان پر ظلم و تشدد کرنے کے بجائے انھیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے کرتے ہوئے ان کے ساتھ رحم دلی اور نرمی کا حکم فرمایا۔ اسی طرح فتحِ مکہ کے موقع پر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جانی دشمنوں سے بدلہ لیے بغیر ان کے لیے عام معافی کا اعلان فرمایا۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بطور سپہ سالار جو ذمہ داریاں ادا فرمائیں ان پر عمل پیرا ہونے سے متعدد فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں چند اہم فوائد درج ذیل ہیں:

- آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی سے فتح کا حصول ممکن ہوتا ہے۔
- کم سے کم نقصان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مقاصد اور فوائد کا حصول ممکن ہوتا ہے۔
- اسلامی ریاست اور معاشرے کا دفاع مضبوط ہوتا ہے۔
- سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے فوج کا حوصلہ بلند ہوتا ہے۔
- بطور سپہ سالار آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر عمل درآمد کرنے سے اسلامی معاشرے میں امن و امان کو فروغ ملتا ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بطور سپہ سالار سرگرمیوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تمام تر جہادی سرگرمیوں کا بنیادی مقصد کمزور لوگوں کا دفاع، مظلوموں کی مدد، اسلام کی نشر و اشاعت اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی تھا، تاکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے سائے میں پُرامن زندگی گزار سکے۔ ذاتی اغراض و مقاصد یا مفادات کا حصول، لوگوں کو خوف زدہ کرنا یا ان کے مال اسباب پر قبضہ کرنے جیسی کارروائیاں دہشت گردی کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہمیں اس طرح کی کارروائیوں کی مذمت کرنے اور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی تعلیمات کو فروغ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم معاشرے کے امن و امان اور استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے پر عمل کیا گیا:

(الف) غزوۂ حنین میں (ب) غزوۂ تبوک میں (ج) غزوۂ بدر میں (د) غزوۂ خندق میں

(ii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم دشمن کو اطلاع ملنے سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گئے:

(الف) غزوۂ خندق میں (ب) فتح مکہ میں (ج) غزوۂ احد (د) غزوۂ حنین میں

(iii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طاقت کے باوجود کفار کے ساتھ معاہدہ کرنے سے ہمیں سبق ملتا ہے:

(الف) امن پسندی کا (ب) میانہ روی کا (ج) سخاوت کا (د) عدل وانصاف کا

(iv) خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنے کا شمار ہوتا ہے:

(الف) آدابِ جہاد میں (ب) آدابِ تجارت میں (ج) آدابِ سفر میں (د) آدابِ مجلس میں

(v) اسوہ حسنہ کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد ہے:

(الف) اعلائے کلمۃ اللہ (ب) دیگر علاقوں کا حصول (ج) مالِ غنیمت کا حصول (د) قیدیوں کا حصول

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) بطور سپہ سالار نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دو اوصاف لکھیں۔

(ii) صلح حدیبیہ میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے کردار کو بیان کریں۔

(iii) جنگ کے آداب کے حوالے سے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا ہدایات جاری کرتے تھے؟

(iv) قیدیوں سے حسن سلوک کے بارے میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعلیمات تحریر کریں۔

(v) اسلام کے تصورِ جہاد اور دہشت گردی میں فرق واضح کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- بطور سپہ سالار نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اوصاف اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعلیمات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ واساتذہ کرام

- طلبہ کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے سپہ سالار کی خصوصیات کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روزمرہ زندگی میں ہم نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بطور سپہ سالار خصوصیات کو کب اور کہاں اپنا سکتے ہیں؟
- مستشرقین کی طرف سے جہاد پر کیے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مذاکرہ کروائیں جس سے جہاد اور دہشت گردی میں فرق واضح ہو۔

(د) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روشنی میں اسلام کے معاشی اصول اور ان کی اہمیت جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روشنی میں کسبِ حلال کے مختلف ذرائع مثلاً تجارت، زراعت اور ہنرمندی کی اہمیت وفضیلت جان سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات کی روشنی میں ارتکازِ دولت کی مذمت، ذخیرہ اندوزی، سود کا خاتمہ، ملاوٹ اور خیانت سے اجتناب وغیرہ کو سمجھ سکیں۔
- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات پر عمل کے فوائد وثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرتِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات کی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان کا عملی مظاہرہ کر سکیں۔
- نبوی آداب کے مطابق معاشی سرگرمیوں کو اپنا کر معاشرے کے معاشی استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

اسلام کے معاشی اصول

اسلام جس طرح اخلاقی، معاشرتی اور روحانی معاملات میں راہ نمائی کرتا ہے اسی طرح معیشت سے متعلق بنیادی اُصول وقوانین بھی وضع کرتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ معیشت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قائم کردہ معاشی نظام کا بنیادی مقصد انسان کی فلاح وبہبود ہے۔ چناں چہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جو معاشی اُصول وضع فرمائے ان میں سب سے بنیادی اُصول یہ ہے کہ ساری کائنات کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے کا ہر فرد یہ حق رکھتا ہے کہ وہ جس قسم کی چاہے جائز معاشی سرگرمی اختیار کر سکتا ہے اور اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق رزق کما سکتا ہے۔ البتہ ان معاشی سرگرمیوں میں شریعت کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مال و دولت کے حصول کے لیے دوسروں کے استحصال سے منع فرمایا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے سود، ذخیرہ اندوزی، سٹے بازی، جوا اور رشوت جیسی صورتوں کی مکمل نفی فرمائی ہے۔

اسلام کا معاشی نظام اخلاقی اقدار پر مبنی ہے جو نہ تو رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی خاص مادہ پرستانہ ذہنیت پیدا کرتا ہے کہ انسان مال و دولت کمانے کی سرگرمیوں میں مشغول ہو کر آخرت کو فراموش کر دے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایسا معاشی نظام قائم فرمایا جس کی بنیاد تقویٰ، ایثار، سخاوت، خیر خواہی، ہمدردی، گردشِ دولت، انفاق فی سبیل اللہ، عدل، احسان اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاون پر رکھی گئی ہے۔ زکوٰۃ، خمس، فطرانہ، صدقہ وخیرات، میراث کی تقسیم، مالِ غنیمت کی تقسیم، مالِ فے اور قربانی وغیرہ گردشِ دولت کی مختلف صورتیں ہیں تاکہ ارتکازِ دولت نہ ہو۔ ان پر عمل پیرا ہو کر مثالی فلاحی معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

ذرائع معاش

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نہ صرف خود تجارت فرمائی بلکہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت کو بھی اس کی ترغیب دی ہے۔ ارشادِ نبوی خاتم النبیین ﷺ ہے: سچا اور دیانت دار تاجر قیامت کے دن انبیائے کرام، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی: 1209)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مالِ تجارت لے کر گئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی دیانت داری کی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت زیادہ نفع ہوا۔

زراعت بھی کسبِ حلال کا جائز ذریعہ ہے۔ انصارِ مدینہ کی اکثریت زراعت کے پیشے سے وابستہ تھی۔ دینِ اسلام نے کھیتی باڑی کرنے اور پھل دار درخت لگانے کی ترغیب دی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کا فرمان ہے:

> جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی کھیت اگاتا ہے اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کھائے تو وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے یعنی اس کے لیے اجر و ثواب کا باعث بنتا ہے۔ (صحیح بخاری: 2320)

حلال رزق کمانے کا ایک ذریعہ ہنرمندی ہے۔ جس شخص کے پاس تجارت کے لیے سرمایہ نہ ہو وہ ہنرمندی سے کام لے کر حلال اور جائز روزی کما سکتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی کو بہترین کمائی قرار دیا ہے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی ہنرمندی سے زرہیں بناتے تھے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ جائز ذرائع کو اختیار کر کے رزق کمانے سے نہ صرف حلال رزق حاصل ہوتا ہے بلکہ افرادِ معاشرہ کی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔ گویا ہنرمندی فرد کی ذاتی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرتی فلاح و بہبود کا بھی باعث بنتی ہے۔

ناجائز ذرائع معاش سے اجتناب

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے عطا کردہ معاشی نظام کا نمایاں ترین اصول ناجائز ذرائع سے اجتناب کرنا ہے اس ضمن میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارتکازِ دولت کی مذمت کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ ارتکازِ دولت سے مراد دولت کا مخصوص طبقے یا چند افراد کے ہاتھوں میں جمع ہونا ہے اور دوسروں تک اس کے فوائد کا نہ پہنچنا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو دولت کو خزانہ بنا کر رکھتا ہے اور معاشرے کو اس کے فوائد سے محروم کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿34﴾ (سُوْرَةُ التَّوْبَة: 34)
>
> ترجمہ: ''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دیجیے۔''

اجناس یا دیگر اشیائے ضروریہ کو مہنگے داموں فروخت کرنے کے لیے جمع کر کے رکھنا ذخیرہ اندوزی کہلاتا ہے۔ نبی کریم

ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔

قرآن مجید میں سود کو صریحاً حرام قرار دیتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ قرار دیا گیا ہے۔ سودی نظام سے معاشرے میں عدم مساوات اور معاشی ظلم بڑھتا ہے۔ سود کی ترویج سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا ہے اس لیے انسانیت کو معاشی استحصال سے بچانے کے لیے سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ملاوٹ اور خیانت سے بھی منع فرمایا ہے۔ ملاوٹ دھوکا دہی کی ایک شکل ہے جس سے خریدار کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ملاوٹ کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے ملاوٹ کی اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے خیانت کی مذمت فرمائی ہے اور بددیانت شخص کے دین کو ناقابلِ اعتبار اور خیانت کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کی پیروی سے معاشرے سے غربت اور استحصال کا خاتمہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے معاشی حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔ دولت کی منصفانہ تقسیم ممکن ہوتی ہے۔ غریب طبقے کو معاشی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ امیر اور غریب کے مابین فاصلہ کم ہوتا ہے۔ کاروبار میں شفافیت بڑھتی ہے اور معاشرے میں بدامنی کی جگہ خوش حالی اور سکون آتا ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اسلام کے معاشی نظام کا بنیادی اصول ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کو رازق ماننا (ب) ملازمت اختیار کرنا (ج) تجارت کو فروغ دینا (د) کھیتی باڑی کرنا

(ii) انصارِ مدینہ کی اکثریت کا پیشہ تھا:

(الف) کان کنی (ب) زراعت (ج) ملازمت (د) ماہی گیری

(iii) اسلام نے منع کیا ہے:

(الف) ذخیرہ اندوزی سے (ب) تجارت سے (ج) گلہ بانی سے (د) ماہی گیری سے

(iv) ارتکازِ دولت سے مراد ہے:

(الف) دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہونا (ب) دولت کی منصفانہ تقسیم

(ج) ناجائز ذرائع سے دولت کا حصول (د) زیادہ منافع کمانا

(v) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ قرار دیا گیا ہے:

(الف) سود کو (ب) غیبت کو (ج) ملاوٹ کو (د) بہتان کو

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) اسلامی معاشی نظام کے کوئی سے دو اصول بیان کریں۔ (ii) کھیتی باڑی سے متعلق اسلامی تعلیمات تحریر کریں۔

(iii) ارتکازِ دولت معاشی نظام میں بگاڑ کا سبب ہے، وضاحت کریں۔

(iv) اسلام میں سود کی مذمت کس طرح بیان کی گئی ہے؟ (v) اسلام کی معاشی تعلیمات پر عمل کے دو فوائد تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی معاشی تعلیمات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے چند ایسے واقعات طلبہ کو سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- معاشی استحکام کے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اثرات کا جائزہ لیں۔
- سیرتِ طیبہ کی روشنی میں دورِ جدید کے معاشی ذرائع (ای کامرس وغیرہ) کے اخلاقیات پر مذاکرہ کروائیں۔
- درج ذیل معاشی سرگرمیوں میں سے آپ کن کن میں حصہ لیتے رہے ہیں، ان کی نشان دہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ یہ کام آپ نے کب کیے؟ کس کی مدد سے کیے اور ان کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ یہ بھی بتائیں کہ اس میں آپ نے سیرتِ طیبہ پر کیسے عمل کیا؟

کمیٹی ڈالنا	پیسے جمع کرنا	شراکت داری	والدین کے کاروبار میں معاونت	ای کامرس	کھانے پینے اور دیگر اشیا کی خرید و فروخت

- سیرت نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم کی روشنی میں کامیاب معاشی سرگرمیوں کے لیے پانچ ایسی خوبیوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ خوبیاں آپ کن کن کاموں سے پیدا کریں گے۔

خوبیاں		خود اعتمادی		دیانت داری	وعدے کی پاسداری	ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی سے پرہیز	
مل جل کر کام کرنا	مناسب قیمت پر اشیا کی خرید و فروخت	مستقل مزاجی اور محنت سے کام کرنا		وقت کی پابندی			

اخلاق و آداب

باب چہارم

(الف) اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنّت کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ سکیں اور تحقیر انسانیت کی مروجہ صورتوں سے اجتناب کر سکیں۔
- سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خطبہ حجۃ الوداع، سیرتِ اہلِ بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- عملی زندگی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے معاشرتی فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔
- سیرت نبوی سے اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے انھیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکیں۔
- عملی زندگی کے معاملات میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے کاموں میں شمولیت اختیار کر کے معاشرتی فلاح و بہبود میں اپنا کردار ادا کر کے اپنی دنیا و آخرت بہتر بنا سکیں۔

اجتماعی خیر خواہی

اجتماعی خیر خواہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کے بارے میں نیک خواہش رکھنا اور ان کا بھلا سوچنا ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قوموں کے خیر خواہ تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمھارے لیے امانت دار خیر خواہ ہوں۔" (سُوْرَةُ الْاَعْرَاف: 68)

قرآنِ مجید کی ایک سورت کا نام "سُوْرَةُ النَّمل" ہے، نمل عربی زبان میں چیونٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورت کا نام اس چیونٹی کے نام پر رکھا گیا ہے جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی آمد پر باقی چیونٹیوں کو خبردار کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر تمھیں کچل نہ دیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ (سُوْرَةُ النَّمل: 18)

لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے لیے نفع رسانی اس قدر عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے حیاتِ جاودانی عطا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ (سُوۡرَةُ الرَّعۡد:17)

ترجمہ: ''اور وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے تو وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔''

نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلدِّيۡنُ النَّصِيۡحَةُ (صحیح مسلم:55)

ترجمہ: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے انسانی طبقات میں سے کمزور طبقات کے ساتھ مہربانی اور حُسنِ سلوک کی خاص تاکید فرمائی۔ معاشرے میں عورت، غلام اور یتیم کمزور طبقات شمار ہوتے ہیں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کی خاص تاکید فرمائی، عورتوں کے حوالے سے فرمایا کہ میں تمھیں عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں ان کو تم نے اللہ کے نام پر لیا ہے ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ اسی طرح غلاموں کے حوالے سے فرمایا جو خود کھاؤ، پیو اور پہنو وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ، پلاؤ اور پہناؤ۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے یا رات بھر عبادت اور دن کو روزے رکھنے والے کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری:5353)

انسان تو انسان ہیں، جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر بھی ہمیں اجر و ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، ہر جان دار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا اجر ہے۔'' (صحیح بخاری:2363)

احترامِ انسانیت

احترامِ انسانیت کا معنی ہے، ''سارے انسانوں کی عزّت کرنا'' ایک انسان ہونے کے ناتے ہر شخص قابلِ احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور یقیناً ہم نے آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو عزّت بخشی'' (سورۃ بنی اسرائیل:70)

قرآنِ مجید کا اوّلین خطاب ساری انسانیت سے ہے۔ تمام انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا احترامِ انسانیت ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اسلامی ریاست میں بسنے والے کسی غیر مسلم پر ظلم کیا، یا اس کا حق مارا، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو میں قیامت کے دن اس مسلمان کے خلاف غیر مسلم کے حق میں وکیل بنوں گا۔'' (سنن ابی داؤد:3052)

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے غیر مسلم کی جان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کیا، وہ

جنّت کی خوش بو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ (صحیح بخاری:3166)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے یہ مثالیں قائم فرمائیں کہ خلیفہ قوم کا خادم اور قوم کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ جب منصبِ خلافت کے لیے اُن کا انتخاب ہوا تو محلے کی ایک لڑکی بہت فکر مند ہوئی جس کی بکریوں کا دودھ دوہنے کی خدمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، اس لڑکی نے فکر مندی سے کہا: "اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں دوہوں گا، مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری مجھے مخلوقِ خدا کی خدمت گزاری سے نہیں روکے گی۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں مدینۂ منوّرہ کے مضافات میں ایک نابینا بوڑھی عورت کی خدمت کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رعایا کی خیر خواہی اور جواب دہی کا اس قدر احساس تھا کہ فرمایا کرتے تھے: اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری مر گئی تو قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے سوال کیا جائے گا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ کھانا کھانے لگتے تو کسی فقیر اور مسکین شخص کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ فقیر اور غریب لوگوں نے دعوت کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی حوصلہ افزائی اور اظہارِ محبت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے اور وہیں کھانا تناول فرمایا۔

تحقیرِ انسانیت کی مختلف صورتیں

دوسروں کو حقیر سمجھنا، ان کا مذاق اڑانا، جملے کسنا، نام بگاڑنا، ذات پات اور رنگ و نسل کی بنیاد پر انسان کے مقام و مرتبہ کا فیصلہ کرنا احترامِ انسانیت کے خلاف ہے۔ کسی کی شکل وصورت یا جسمانی کیفیت کی بنا پر اس کا مذاق اڑانا یا اس پر طنز کرنا اتنا معیوب عمل ہے جو کسی بھی مہذب معاشرے میں قابلِ قبول نہیں۔ جو لوگ دوسروں کی غیبت کرتے ہیں، انھیں طعنہ دیتے ہیں یا ان کی کسی کمی پر انھیں طنز کرتے ہیں وہ دراصل احترامِ انسانیت کی صفت سے محروم ہیں۔ کسی انسان کو اس کے حق سے محروم رکھنا یا اس کا حق چھین لینا بھی اس کی تحقیر اور توہین کے مترادف ہے۔ کسی انسان کی بیماری کا مذاق اڑانا بھی بہت بڑا گناہ ہے، ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مریض کی بیمار پرسی اور اس کی خدمت کریں۔

کسی کی مالی حیثیت، شکل وصورت، رنگ و نسل یا کسی بھی خامی یا عیب کی وجہ سے اس کا مذاق اڑانا بھی تحقیرِ انسانیت کی ایک صورت ہے، آج کل لوگ مذاق کے نام پر دوسروں کی تحقیر کرتے ہیں اور ان کا تماشا بنانے کی کوشش کرتے ہیں، ہنسی مزاح میں بھی کسی کے عیب کا مذاق اڑانا جائز نہیں ہے۔ ہر مسلمان کو دوسروں کے حقوق کی پاسداری اس طرح کرنی چاہیے جیسا کہ محسنِ انسانیت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے ثابت ہے۔

خیرخواہی اور احترامِ انسانیت کے فوائد و ثمرات

اجتماعی خیرخواہی اور احترامِ انسانیت کی عادت اپنانے سے حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات میں سے چند درج ذیل ہیں:

- بھائی چارے، محبت اور یک جہتی کو فروغ ملتا ہے۔
- معاشرے میں برداشت پیدا ہوتی ہے کیوں کہ عدم برداشت معاشرے کے لیے زہرِ قاتل ہے۔
- لوگوں کو ان کے حقوق ملنے لگتے ہیں اور ہر ایک کی معاشی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔
- لڑائی جھگڑوں اور مقدموں پر وقت اور روپیا پیسا برباد ہونے سے بچ جاتا ہے۔
- نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- معاشرے میں خیرخواہی اور احترام کے جذبات فروغ پانے سے ہر ایک کی جان، مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو جاتی ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) حدیثِ مبارک کی روشنی میں دین نام ہے:

(الف) صبر کا (ب) خیرخواہی کا (ج) مشقت کا (د) محنت کا

(ii) "سُورَةُ النَّمْلِ" میں چیونٹیوں کے جذبے کو بیان کیا گیا ہے:

(الف) اتحاد (ب) مل جل کر رہنا (ج) خیرخواہی (د) محنت

(iii) سارے انسانوں کی عزّت کرنا کہلاتا ہے:

(الف) احترامِ انسانیت (ب) کفایت شعاری (ج) میانہ روی (د) استقامت

(iv) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس مسلمان کے خلاف قیامت کے دن غیر مسلم کے وکیل بنیں گے:

(الف) جس نے غیر مسلم پر ظلم کیا (ب) جس نے کنجوسی کا مظاہرہ کیا

(ج) جس نے غیر مسلم کو کھانا نہ کھلایا (د) جس نے غیر مسلم سے ٹیکس وصول کیا

(v) اجتماعی خیرخواہی سے معاشرے میں فروغ ملتا ہے:

(الف) بھائی چارے کو (ب) فضول خرچی کو

(ج) میانہ روی کو (د) شجر کاری کو

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) اجتماعی خیر خواہی کا مفہوم تحریر کریں۔

(ii) احترام انسانیت کا مفہوم بیان کریں۔

(iii) حضرت ابوبکر صدیق کی زندگی سے اجتماعی خیر خواہی کی ایک مثال تحریر کریں۔

(iv) تحقیرِ انسانیت کی مروّجہ صورتوں میں سے دو صورتیں تحریر کریں۔

(v) اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے دو فائدے تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت معاشرتی فلاح و بہبود کی ضامن ہیں، وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں احترامِ انسانیت اور اجتماعی خیر خواہی کے چیدہ چیدہ نکات کی فہرست مرتب کریں۔
- طلبہ کو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ، سیرت اہلِ بیتِ اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں سے اجتماعی خیر خواہی کے چند ایسے واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روز مرہ زندگی میں ہم جن جن اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں، ان کی فہرست بنائیں۔
- درج ذیل میں سے اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں سے آپ کن کن کاموں میں حصہ لیتے رہے ہیں، ان کی نشان دہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان کاموں کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

محلے/کمرا جماعت کی صفائی	شجر کاری مہم	ناداروں کی مدد	پارکوں کی صفائی	معذوروں کی امداد	ہسپتال میں عوام کی راہ نمائی

- اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں سے پانچ ایسی خوبیوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں، نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ خوبیاں کن کن کاموں سے پیدا ہوتی ہیں:

خوبیاں	احترامِ انسانیت	ایثار	حقوق العباد کی پاسداری	خدمتِ خلق	جانوروں کا خیال	رحم دلی	حسنِ اخلاق	سخاوت
اجتماعی خیر خواہی کے کام								

(ب) اخلاقی رذائل سے اجتناب

(تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی) کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں مذکورہ اخلاقی رذائل کی مذمت کے بارے میں جان سکیں۔
- سیرت نبوی ﷺ، سیرت اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذکورہ اخلاقی رذائل سے اجتناب کی تلقین کے بارے میں جان سکیں۔
- اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ مذکورہ اخلاقی رذائل اپنانے سے معاشرے میں کون کون سے بگاڑ پیدا ہو سکتے ہیں اور ان کا تدارک کس طرح کیا جا سکتا ہے۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں مذکورہ اخلاقی رذائل کی مذمت سے آگاہ ہو کر روز مرہ زندگی میں ان سے اجتناب کرنے والے بن سکیں۔
- روز مرہ زندگی کے معاملات میں مذکورہ خلاقی رذائل سے اجتناب کر کے معاشرے کی بہتری میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

رذائل عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ رذیلة سے مشتق ہے جس کا معنی ہے برا، کمینہ، گھٹیا۔ اخلاقی رذائل سے مراد وہ بری عادات و اطوار ہیں جو معاشرتی فساد و بگاڑ اور اخروی عذاب کا باعث بنتے ہیں۔ ذیل میں چند اخلاقی رذائل کا ذکر کیا جا رہا ہے:

تعصّب

تعصب سے مراد اپنے گروہ یا جماعت کی بے جا طرف داری کرنا ہے۔ حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان فرق کیے بغیر اپنے گروہ، جماعت، قبیلے یا عزیز و اقارب کا ناحق ساتھ دینا تعصب کہلاتا ہے۔

اسلام نے تعصب کے برعکس اسلامی اخوت و بھائی چارے کا درس دیا ہے۔ مسلمانوں کو ایک جماعت بنانے اور اتحاد و اتفاق کی لڑی میں پرونے کے لیے تعصب کا قلع قمع کیا گیا ہے اور مساوات کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ (سُوْرَةُ الْحُجُرٰت: 13)

ترجمہ: ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمھیں (مختلف) قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔“

خطبہ حجة الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے برابری و مساوات اور اخوت و بھائی چارے کی تلقین فرماتے۔

ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے، تم میں سے کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے سوائے تقویٰ و پرہیزگاری کے۔''

دینِ اسلام کی مساوات پر مبنی تعلیمات کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مواخاتِ مدینہ کے موقع پر بے مثال اخوت و بھائی چارے کا مظاہرہ کیا۔

تعصب کی مذمت بیان کرتے ہوئے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی لڑے، اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب کا تصور لیے ہوئے مرے (سنن ابی داود: 5121)۔ تعصب سے معاشرے میں حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، اتحاد و اتفاق اور بھائی چارے کا خاتمہ ہو جاتا ہے، قتل و غارت اور فساد کا دور دورہ ہوتا ہے، اتحادِ ملی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ خود غرضی اور مفاد پرستی جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ بحیثیت پاکستانی ہمیں صوبائی، لسانی اور مذہبی تعصبات سے بالاتر ہو کر پاکستان کی ترقی و خوش حالی میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

خود پسندی

خود پسندی ایک مہلک بیماری ہے جو انسان کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے۔ خود پسندی میں مبتلا شخص صرف اپنی ذات کو پسند کرتا ہے، اپنی سوچ، فکر اور ذات کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے، وہ اپنے آپ کو سب سے بہتر اور اعلیٰ و افضل سمجھتے ہوئے یہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر جگہ تعریف کی جائے، اس کو عزت دی جائے اور اس کا ادب و احترام کیا جائے۔ خود پسندی کی وجہ سے انسان ذاتی مفاد، ریاکاری اور تکبر جیسے رذائل میں مبتلا ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں خود پسندی کا شکار لوگوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ

(سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن: 188)

ترجمہ: ''اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کی (ایسے کاموں پر بھی) تعریف کی جائے جو انھوں نے کیے ہی نہیں تو آپ ہرگز نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔''

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خود پسندی کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہمیشہ عاجزی و انکساری اختیار کرتے اور جو نعمت میسر ہوتی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار رہتے۔

فحش گوئی

فحش گوئی کا مطلب بے ہودہ کلام کرنا، گالی دینا اور غیر اخلاقی گفت گو کرنا ہے۔ فحش گوئی زبان کے گناہوں میں سے ہے۔ بدزبانی سے مراد صرف کسی کو گالی دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد ہر وہ بات یا جملہ ہے جس سے کسی بھی طرح، کسی کی بھی دل آزاری ہو اور اسے تکلیف پہنچتی ہو۔ اسی لیے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ (صحیح بخاری:10)

اسلام میں کسی کو برا بھلا کہنے یا برے القاب سے پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔

اسلام میں بدزبانی اور فضول بحث ومباحثہ کی بھی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (سُوْرَةُ الْاَنْعَام:151)

ترجمہ: ''اور بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ جوان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔''

منشیات کا استعمال

منشیات سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو نشہ کا سبب بنتی ہیں۔نشہ انسان کے اعصاب کو مفلوج کر دیتا ہے اور متعدد اخلاقی رذائل کا سبب بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے سمجھنے اور اچھے و برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت اور شعور عطا فرما رکھا ہے لیکن نشہ سے انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے جس سے انسان اچھے اور برے میں فرق نہیں کر پاتا، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے۔منشیات کے استعمال سے بے شمار طبی بیماریاں اور اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں اور یہ اخلاقی برائیاں انفرادی اور اجتماعی بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔اس لیے نشہ آور اشیا کی حرمت بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (سُوْرَةُ الْمَآئِدَة:90)

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نشے کی ممانعت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ حرام ہے۔ (صحیح مسلم:2003)

اسلام نے تمام نشہ آور اشیا کو حرام قرار دیا ہے۔ ہمیں ان تمام چیزوں سے محفوظ رہنا چاہیے جو نشے کا باعث بنتی ہیں۔چرس، افیون وغیرہ کے استعمال کے لیے سگریٹ پہلی سیڑھی کا کام کرتی ہے۔اس طرح تمبا کو نوشی اور سگریٹ کینسر اور اس جیسے دیگر موذی امراض کا باعث بنتی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ سگریٹ نوشی کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے اس سے اجتناب کیا جائے۔موجودہ دور میں نوجوان نسل میں شیشے کا استعمال کثرت سے بڑھ رہا ہے جو ان کی صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔

بدعنوانی اور رشوت ستانی

بدعنوانی کے مفہوم میں ہر وہ عمل شامل ہے جس میں کسی بھی طرح کسی کا حق غصب کیا جاتا ہے اور ایسے شخص کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے جو اس کے لائق اور حق دار نہیں ہوتا جب کہ رشوت بدعنوانی کی ایسی قسم ہے کہ جس میں غلط مفاد حاصل کرنے کے لیے کسی صاحب اختیار کو ہدیہ، تحفہ یا معاوضہ وغیرہ دیا جاتا ہے۔عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مختلف سرکاری یا غیر سرکاری معاملات میں کسی بھی محکمے میں ناجائز مفاد حاصل کرنے کی خاطر معاوضہ دیا جاتا ہے، اس سے حق دار کی حق تلفی ہوتی ہے۔ رشوت ستانی اور بدعنوانی سے لوگوں میں مایوسی، بے راہ روی، ظلم و زیادتی اور ناانصافی پھیل جاتی ہے۔معاشرتی امن و سکون تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ملکی سطح پر بدعنوانی و رشوت ستانی کے ذریعے اقتدار اور اختیار ایسے

لوگوں کے ہاتھ چلا جاتا ہے جو اہل نہیں ہوتے اور اپنے مفادات کی خاطر ملک وملت کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ خیانت، بد دیانتی، غبن اور ہیرا پھیری بدعنوانی کی مختلف صورتیں ہیں۔ قرآن مجید نے رشوت ستانی کو حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ اور (نہ ہی) اس (مال) کو (بطور رشوت) حکام تک پہنچاؤ کہ تم جانتے بوجھتے لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ کھاؤ۔ (سُوْرَةُ الْبَقَرَة:188)

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں کو اس جرم میں برابر کا شریک ٹھہرایا اور دونوں پر لعنت فرمائی ہے (سنن ابی داود:3580)۔ سرکاری ملازمین یا صاحب اختیار لوگ رشوت کے مال کو تحفہ کا نام دے کر قبول کرتے ہیں جب کہ ایسے تحفہ کو جو سرکاری ملازمت کے دوران لیا جاتا ہے اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیشہ اسی شخص کو کوئی بھی ذمہ داری یا عہدہ عطا کیا جو اس کا اہل ہوتا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا گیا اور رشوت واقربا پروری یا بددیانتی کی حوصلہ شکنی کی گئی یہی وجہ ہے کہ انتہائی قلیل مدت میں ریاستِ مدینہ کی سرحدیں، افریقہ سے ایشیا اور ایشیاء سے یورپ تک پہنچ گئیں۔

اسلام امن عامہ کا داعی ہے اور ہر اس عادت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے جو امن عامہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اسلام میں منشیات کے استعمال، فحش گوئی اور تعصب جیسی بری عادات سے نفرت دلانے کے ساتھ ساتھ رشوت ستانی وبدعنوانی کو بھی معاشرے سے ختم کرنے کے لیے سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں اور اسلام نے لوگوں میں ایثار وقربانی، مساوات اور اخوت کی وہ شمع روشن کی کہ جس سے رشوت کا سرے سے ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

آج بھی اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان نبوی سنہری اصولوں کو اپنانا ہوگا اور تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کے استعمال، رشوت ستانی اور بدعنوانی وغیرہ جیسی برائیوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اپنے گروہ کی بے جا حمایت کرنا کہلاتا ہے:

(الف) تعصب (ب) بدعنوانی (ج) فحش گوئی (د) خود پسندی

(ii) انسانوں کو مختلف قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کرنے کی وجہ ہے:

(الف) لوگوں کی پہچان (ب) عہدوں کی تقسیم (ج) ایثار وقربانی (د) ہدایت فراہم کرنا

(iii) اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وشرف کے لیے کسوٹی قرار دیا گیا ہے:

(الف) صلہ رحمی کو (ب) تقویٰ کو (ج) شرم وحیا کو (د) سخاوت کو

(iv) اپنی ذات کو پسند کرنا اور دوسروں پر ترجیح دینا کہلاتا ہے:

(الف) تعصب (ب) خود پسندی (ج) رشوت (د) بدعنوانی

(v) ہر وہ بات جو کسی مسلمان کی تکلیف کا باعث بنے، شامل ہے:

(الف) فحش گوئی میں (ب) تعصب میں (ج) رشوت ستانی میں (د) حسد میں

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں:

(i) خود پسندی کی مذمت میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان تحریر کریں۔

(ii) موجودہ دور میں منشیات کی کوئی سی دو صورتیں تحریر کریں۔

(iii) تعصب کے کوئی سے دو معاشرتی نقصانات تحریر کریں۔

(iv) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں کس طرح میرٹ کو فروغ دیا گیا؟

(v) رشوت ستانی کیسے دوسروں کے حقوق کو سلب کرتی ہے؟

سوال نمبر 3: درج ذیل پر نوٹ لکھیں۔

- تعصب
- منشیات
- رشوت ستانی اور بدعنوانی
- فحش گوئی

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- اخلاقی رذائل (عصبیت، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی) کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کرائیں۔
- عملی زندگی سے مثالیں دیں کہ ہم کیسے اخلاقی رذائل (عصبیت، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی) سے بچتے ہوئے خلوص اور خیر خواہی کا رویہ اپنا سکتے ہیں۔

(ج) معاشرتی تعلقات کے اخلاق و آداب

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- معاشرتی تعلقات کے معنی و مفہوم اور اہمیت و فضیلت سے آگاہ ہو سکیں۔
- سیرت نبوی ﷺ اور سیرت اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاشرتی تعلقات کے اخلاق و آداب کی روشن مثالیں سمجھ سکیں۔
- روزمرہ زندگی میں معاشرتی تعلقات بشمول سوشل میڈیا کے استعمال کے آداب اور حدود و قیود کو سمجھ سکیں۔
- سیرت نبوی ﷺ سیرت اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاشرتی تعلقات کے آداب کی مثالیں جان کر اپنے قول و فعل کا جائزہ لے سکیں۔
- روزمرہ معاملات اور گھریلو زندگی میں معاشرتی تعلقات کے آداب اپنا کر معاشرتی فوائد و ثمرات کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔

معاشرت کے معنیٰ مل جل کر زندگی بسر کرنا کے ہیں جب کہ تعلق، میل جول، لگاؤ اور ربط کو کہتے ہیں۔ معاشرے کے مختلف افراد کے باہمی ربط، میل جول اور مل جل کر زندگی بسر کرنے کو معاشرتی تعلقات کہا جاتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں انسان کا واسطہ مختلف افراد سے پڑتا ہے ان سب سے بہتر برتاؤ رکھنا، ان کے حقوق و فرائض ادا کرنا اور اچھے رویے کا اظہار کرنا اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے۔ انسانی زندگی میں معاشرتی تعلقات انسان کی فطری ضرورت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاشرت پسند بنایا ہے۔ ایک انسان کے لیے تنہا زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ معاشرے میں مختلف افراد کے ساتھ میل جول اور معاشرتی تعلقات ایک کامیاب معاشرتی زندگی کی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مختلف افراد کے ساتھ میل جول اور معاشرتی تعلقات انسان کی مشکلات حل کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے فہم و شعور میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ جس سے معاشرے میں باہمی تعاون کو فروغ ملتا ہے اور ایک مضبوط معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اسلام محبت، بھائی چارے، اخلاص، بھلائی، خیر خواہی، ہمدردی اور ایثار کو فروغ دینے والا دین ہے اور یہ تمام اعمال مضبوط معاشرتی تعلقات کی بنیاد ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ان جذبات کو فروغ دینے کا حکم دیا اور ان پر اجر و ثواب کی نوید سنائی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے سلام کو عام کرنے کا حکم دیا، تعلقات میں پہل کرنے کی ترغیب دی اور مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دے کر ان کے باہمی تعلق کی مضبوطی پر زور دیا۔ مسلمانوں کے باہمی حقوق مقرر کر کے ان کو ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہ تمام اقدامات معاشرتی تعلقات کی مضبوطی اور وسعت کی بنیاد ہیں۔ اسلام نے ان اقدامات پر اجر و ثواب مقرر کر کے بہترین معاشرت کی بنیاد فراہم کی ہے۔ معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہے اور بہتر معاشرتی تعلقات کی بنیاد خاندانی تعلقات ہیں۔ احادیث مبارکہ کے مفہوم کے مطابق جو کوئی رشتہ داری کو جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جوڑتا ہے اور جو اسے توڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پڑوسیوں کے ساتھ حُسن سلوک بھی مضبوط معاشرتی تعلقات کی بنیاد ہے جس کی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ

نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، وہ ایمان والا نہیں، وہ ایمان والا نہیں جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔
(صحیح بخاری:6016)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ کے حکمران ہونے کے باوجود تمام شہریوں سے اور معاشرے کے تمام طبقات سے مثالی معاشرتی تعلق رکھتے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ محلے داروں کے حقوق اور ہمسایوں کی ضروریات کا خیال رکھتے، بیماروں کی عیادت فرمایا کرتے اور کوئی جنازہ ہوتا تو اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ یتیم اور بیوائیں بوقت ضرورت آپ خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں رسائی رکھتی تھیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے نہ صرف مسلمانوں سے اچھے تعلقات تھے بلکہ مدینہ منورہ کے یہود سے بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کے معاشرتی تعلقات قائم تھے اور آپ خاتم النبیین ﷺ ان سے لین دین بھی کرتے تھے۔ ایک یہودی لڑکا آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت کیا کرتا اور آپ خاتم النبیین ﷺ سے محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو آپ خاتم النبیین ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ غیر مسلموں کے ساتھ تحائف کا تبادلہ بھی کیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت ان کی میزبانی بھی فرمایا کرتے تھے۔ حبشہ سے سفیر آئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے بہ نفس نفیس ان مہمان نوازی کی اور ارشاد فرمایا: ”جب مسلمان حبشہ گئے تھے تو ان لوگوں نے میرے ساتھیوں کی خدمت کی تھی اس لیے میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں۔“ ایک شخص مسجد کی صفائی کرتا تھا، وہ فوت ہو گیا، لوگوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو اطلاع کیے بغیر اس کا جنازہ پڑھایا اور اسے دفن کر دیا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس کی غیر موجودگی کے بارے میں دریافت فرمایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کو اس کی وفات اور تدفین کی اطلاع دی گئی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔

دیہاتیوں کے ساتھ بھی آپ خاتم النبیین ﷺ تحفے تحائف کا تبادلہ فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ کئی دیہاتی ایسے تھے جن کے ساتھ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا دوستانہ تعلق تھا۔ حضرت زاہر بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیہات کے رہنے والے تھے، وہ جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے لیے دیہات سے تحائف لاتے، جب واپس جاتے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بھی انھیں تحائف عطا فرماتے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ان سے خوش طبعی اور مزاح بھی فرمایا کرتے اور کہتے زاہر ہمارا دیہاتی اور ہم اس کے شہری دوست ہیں۔ معاشرتی تعلق کی ابتدا اسلام کرنے سے ہوتی ہے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے سلام کو عام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے سامنے کوئی شخص آتا تو آپ خاتم النبیین ﷺ اس سے مصافحہ فرماتے اور اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک سامنے والا خود نہ کھینچتا، پھر اس وقت تک اس سے چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ چہرہ نہ پھیرتا۔ (جامع ترمذی: 2490)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تربیت کے مطابق صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی لوگوں سے حسن معاشرت کا برتاؤ کرتے اور معاشرتی تعلقات رکھتے تھے۔ لوگ بلا جھجک ان سے ملتے اور ضروریات کے لیے درخواست کرتے تھے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں معاشرتی تعلقات کو مضبوط بنانے اور فروغ

دینے کے لیے دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال رکھنا چاہیے۔ دوسروں کا مذاق اڑانے، عیب جوئی اور بدگمانی سے بچنا چاہیے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے معاشرتی تعلقات کو نقصان پہنچانے والے ان اعمال سے منع فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے جھوٹ، حسد، بہتان، تکبر و غرور اور دھوکا دہی سے بھی منع فرمایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے:

جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں (جامع ترمذی:1315) دوسروں کو حقیر سمجھنے اور حق بات نہ ماننے کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ تکبر ہوتا ہے (صحیح مسلم:265)۔ قطع تعلقی سے مسلمانوں کو باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (صحیح بخاری:5984)۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے خیر خواہی، ہمدردی، اخلاص، بھلائی اور ایثار کا حکم دیا کیوں کہ اس سے معاشرتی تعلقات کو فروغ ملتا ہے۔

موجودہ دور میں معاشرتی تعلقات کے بہت سے نئے پہلو اور نئی صورتیں بالخصوص سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع وجود میں آچکے ہیں۔ ہمیں اس حوالے سے بھی اسلامی اخلاقی تعلیمات کو مدنظر رکھنا چاہیے اور ان کے ذریعے کسی کی عزت پر حملے کرنے، کسی کے راز افشا کرنے، کسی کی نجی زندگی سے متعلق مواد شیئر کرنے، جھوٹ کی تشہیر کرنے، کسی کی اجازت کے بغیر اس کی تصاویر شیئر کرنے، لوگوں کے درمیان برائیوں کی نشر و اشاعت کرنے اور معاشرتی تعلقات کو خراب کرنے والے افعال سے گریز کرنا چاہیے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر سنسنی خیز افواہیں پھیلانا، لوگوں کو بدامنی پر اکسانا اور گمراہ کن خبریں پھیلانا بھی شرعی اعتبار سے مذموم افعال ہیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا کے ایسے گروپوں میں شمولیت اختیار کرنا بھی مذموم فعل ہے جو اخلاق سوز سرگرمیوں کو فروغ دینے والے ہوں۔ ایسے گروپوں میں شمولیت غفلت اور وقت کے ضیاع کا باعث بنتی ہے اور اس کا نتیجہ فکری انحراف اور انارکی کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک مسلمان کو نہ صرف ایسے افعال سے باز رہنا چاہیے بلکہ ایسے لوگوں اور گروپس سے بھی گریز کرنا چاہیے جو اپنے مذموم مقاصد کے لیے اسے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

ہمیں سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع کا مثبت استعمال یقینی بنانا چاہیے۔ سوشل میڈیا کے تمام ذرائع معاشرے میں بھلائی کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے اپنی آواز اور نظریات کو چند سیکنڈوں میں پوری دنیا تک پہنچا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم ان سے جدید ترین علوم، سائنس و ٹیکنالوجی اور جدید مہارتیں سیکھ کر ملک و قوم کی خدمت کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس طرح کی مثبت سرگرمیوں کو فروغ دینا چاہیے تاکہ ہمارے معاشرے میں خیر اور بھلائی کا فروغ ممکن ہو۔

مشق

سوال نمبر 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) دوسروں کو حقیر سمجھنا علامت ہے:

(الف) جھوٹ کی (ب) حسد کی (ج) تکبر کی (د) بدعنوانی کی

(ii) حدیث مبارک، "تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا" میں مفہوم بیان کیا گیا ہے:

(الف) اخلاص کا (ب) سخاوت کا (ج) معاشیات کا (د) معاشرت کا

(iii) معاشرے کی بنیادی اکائی ہے:

(الف) قوم (ب) مدرسہ (ج) خاندان (د) علاقہ

(iv) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جس شخص کی قبر پر دعا فرمائی وہ تھا:

(الف) مسجد کی صفائی کرنے والا (ب) دودھ فروخت کرنے والا

(ج) بیماروں کی عیادت کرنے والا (د) ہمسایوں کی خدمت کرنے والا

(v) حبشہ سے آنے والے سفیر کی خدمت کی:

(الف) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے (ب) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

(ج) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (د) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) معاشرتی تعلقات کا معنیٰ و مفہوم بیان کریں۔

(ii) معاشرتی تعلقات کے بارے میں سیرت طیبہ سے ایک مثال بیان کریں۔

(iii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم غیر مسلموں سے کس طرح کے معاشرتی تعلقات رکھتے تھے؟

(iv) اسلام نے معاشرتی تعلقات کی مضبوطی اور وسعت کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟

(v) سوشل میڈیا معاشرتی تعلقات کو کیسے متاثر کرتا ہے؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- معاشرتی تعلقات کی اہمیت اور اخلاق و آداب پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- معاشرتی تعلقات کے آداب سے سبق حاصل کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر دوسروں کی کردار کشی کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کرائیں۔
- روزمرہ زندگی میں ہم اپنے گھر، خاندان یا محلے کے جن تنازعات اور جھگڑوں میں مصالحت اور صلح صفائی میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں، ان کی فہرست بنائیں۔
- معاشرتی تعلقات کو نقصان پہنچانے والے عیوب کی نشان دہی کریں مثلاً: استہزا، بدگمانی وغیرہ

امتحانی پرچہ اسلامیات لازمی برائے جماعت گیارہ کی تیاری کے لیے ہدایات

ممتحنین (Paper Setters) کے لیے ضروری ہدایات

اسلامیات لازمی برائے گیارہویں جماعت کا سالانہ پرچہ 50 نمبروں پر مشتمل ہوگا، جس کے لیے طلبہ کو دو گھنٹے کا وقت دیا جائے گا۔ یہ پرچہ تین اجزا پر مشتمل ہوگا، جس کی تقسیم (Pairing Scheme) حسبِ ذیل ہے:

حصہ اول:	کثیر الانتخابی سوالات	(کل نمبر 10)
حصہ دوم:	مختصر سوالات	(کل نمبر 20)
حصہ سوم:	(i) ترجمہ احادیث مبارکہ	(کل نمبر 4)
	(ii) تفصیلی سوالات	(کل نمبر 16)

درج بالا تینوں حصوں کے مختلف سوالات کی تیاری کے لیے درج ذیل ہدایات کو ملحوظ رکھیں:

حصہ اول	سوال نمبر 1: کثیر الانتخابی سوالات (MCQs)	کل نمبر (10)	کثیر الانتخابی سوالات کی تیاری کے لیے پوری کتاب کے متن کو ملحوظ رکھیں۔ جس کی تقسیم حسبِ ذیل ہے: باب اوّل، باب چہارم، باب پنجم، باب ششم اور باب ہفتم میں سے ایک ایک سوال، باب دوم میں سے تین اور باب سوم میں سے دو کثیر الانتخابی سوالات بنائے جائیں۔
حصہ دوم	سوال نمبر 2: مختصر سوالات (باب اول تا سوم)	کل نمبر (10)	اس حصے میں کل آٹھ (8) مختصر سوالات بنائے جائیں، جن میں سے پانچ (5) سوالات کے جواب دینے کا کہا جائے۔ اس حصے کے سوالات صرف باب اول، باب دوم اور باب سوم سے پوچھے جائیں۔ (ہر باب سے کم از کم دو سوال شامل کریں۔)
	سوال نمبر 3: مختصر سوالات (باب چہارم تا ہفتم)	کل نمبر (10)	اس حصے میں کل آٹھ (8) مختصر سوالات بنائے جائیں، جن میں سے پانچ (5) سوالات کے جواب دینے کا کہا جائے۔ اس حصے کے سوالات صرف باب چہارم، باب پنجم، باب ششم اور باب ہفتم سے پوچھے جائیں۔ (چاروں ابواب سے دو دو سوال شامل کریں۔)
حصہ سوم	سوال نمبر 4: احادیث کا ترجمہ	کل نمبر (4)	باب اوّل میں دی گئی منتخب احادیث میں سے چار احادیث پرچے میں دی جائیں، جن میں سے دو کا ترجمہ پوچھا جائے۔ ایک حدیث کا ترجمہ کرنے کے کل نمبر دو (2) ہیں۔ نوٹ: احادیث کا ترجمہ صرف باب اول میں دی گئی منتخب احادیث میں سے ہی پوچھا جائے، کتاب میں دوسرے مقامات پر دی گئی احادیث کا ترجمہ اس جگہ نہ پوچھا جائے۔

کتاب کی مشقوں میں دیے گئے تفصیلی سوالات میں سے چار (4) دیے جائیں اور ان میں سے دو سوالوں کا جواب پوچھا جائے۔ ہر سوال کا جواب آٹھ (8) نمبروں پر مشتمل ہوگا۔ ان چار (4) سوالوں کے لیے اجزا کا انتخاب درج ذیل ترتیب کے مطابق کیا جائے: (i) پہلا جز باب اوّل یا باب سوم سے لیا جائے۔ (ii) دوسرا جز باب دوم سے لیا جائے۔ (iii) تیسرا جز باب چہارم یا باب پنجم سے لیا جائے۔ (iv) چوتھا جز باب ششم یا باب ہفتم سے لیا جائے۔	کل نمبر (4)	سوال نمبر 5: تفصیلی سوالات	

ماڈل پرچہ اسلامیات (لازمی) برائے جماعت گیارہ

کل نمبر: 50 | وقت: 2 گھنٹے

(حصہ اوّل)

سوال نمبر 1: درست جواب کا انتخاب کیجیے: (10 کل نمبر)

(i) قرآنِ مجید تمام آسمانی کتب کے لیے ہے:

(الف) ترجمہ (ب) محافظ (ج) تشریح (د) دیباچہ

(ii) کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود اور ان میں اختلاف وتنوع پتہ دیتا ہے:

(الف) ٹیکنالوجی کا (ب) ترقی کا (ج) خالقِ حقیقی کا (د) قربِ قیامت کا

(iii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس عقیدے کو کہتے ہیں:

(الف) عقیدۂ تقدیر (ب) عقیدۂ آخرت (ج) عقیدۂ توحید (د) عقیدۂ ختمِ نبوت

(iv) مالِ غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور اہلِ بیت کا حصہ کہلاتا ہے:

(الف) عشر (ب) خمس (ج) صدقۂ فطر (د) جزیہ

(v) ریاستِ مدینہ میں دین کی تعلیم کے لیے جو درس گاہ قائم کی گئی اس کا نام تھا:

(الف) دارارقم (ب) دارالعلوم (ج) صفہ (د) دارالھجرۃ

(vi) انصارِ مدینہ کی اکثریت کا پیشہ تھا:

(الف) کان کنی (ب) زراعت (ج) ملازمت (د) ماہی گیری

(vii) حدیثِ مبارک کی روشنی میں دین نام ہے:

(الف) صبر کا (ب) خیرخواہی کا (ج) مشقت کا (د) محنت کا

(viii) حدیثِ مبارک میں بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے کو قرار دیا گیا ہے:

(الف) سخی (ب) محسن (ج) مجاہد (د) غازی

(ix) حضرت سیدنا امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں پر مشتمل کتاب کا نام ہے:

(الف) صحیفہ صادقہ (ب) صحیفہ صحیحہ (ج) صحیفہ جابر (د) صحیفہ سجادیہ

(x) حضرت یوسف علیہ السلام کی منصوبہ بندی سے قحط سے محفوظ ہوا:

(الف) مصر (ب) عراق (ج) حجاز (د) شام

(حصہ دوم)

سوال نمبر2: درج ذیل میں سے پانچ سوالوں کے مختصر جواب دیجیے: (2x5=10)

(i) آیاتِ احکام کی مختصر وضاحت کریں۔

(ii) صحاح ستہ میں سے دو کتب کے نام مع مؤلفین تحریر کریں۔

(iii) آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیمات میں سے دو تحریر کیجیے۔

(iv) روزے کے انسانی صحت پر اثرات مختصراً تحریر کریں۔

(v) قربانی کا فلسفہ بیان کریں۔

(vi) ریاستِ مدینہ کے تعلیمی نظام میں ہمارے لیے کیا راہ نمائی ہے؟

(vii) اسلام کے تصورِ جہاد اور دہشت گردی میں فرق واضح کریں۔

(viii) ارتکازِ دولت معاشی نظام میں بگاڑ کا سبب ہے، وضاحت کریں۔

سوال نمبر3: درج ذیل میں سے پانچ سوالوں کے مختصر جواب دیجیے: (2x5=10)

(i) رشوت ستانی کیسے دوسروں کے حقوق کو سلب کرتی ہے؟

(ii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم غیر مسلموں سے کس طرح کے معاشرتی تعلقات رکھتے تھے؟

(iii) آپ اپنے اساتذہ کرام کا کیسے احترام کرتے ہیں؟

(iv) وراثت کے معنی و مفہوم تحریر کریں۔

(v) خلفائے راشدین کی دو نمایاں خصوصیات تحریر کریں۔

(vi) حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات تحریر کریں۔

(vii) قانون کی حکمرانی کیوں کر معاشرتی فلاح و بہبود کی ضامن ہے؟

(viii) کوئی سے دو مسلم سائنس دانوں اور ان کی کتابوں کے نام تحریر کریں۔

(حصہ سوم)

سوال نمبر4: درج ذیل میں سے کوئی سی دو احادیث مبارکہ کا اردو ترجمہ کیجیے: (2+2=04)

(الف) نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

(ب) مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ،فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ،فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ،وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ

(ج) إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ. فَيَسُبُّ أَبَاهُ. وَيَسُبُّ أُمَّهُ

(د) لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے کوئی سے دو سوالات کے تفصیلی جواب دیجیے: (08+08=16)

(i) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی معاشی تعلیمات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

(ii) زکوٰۃ کے احکام و مسائل اور معاشرتی اثرات کا جائزہ لیں۔

(iii) اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت معاشرتی فلاح و بہبود کی ضامن ہیں، وضاحت کریں۔

(iv) "اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں" کے عنوان پر بحث کریں۔

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد   کِشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سَرزمین کا نِظام   قُوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم ، مُلک ، سلطنت   پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد
پَرچمِ ستارہ و ہِلال   رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال   جانِ اِستقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال

پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسسمنٹ اتھارٹی